دائرۃ المعارف

یعنی

معارف اعظم گڈھ

کی

بیسویں جلد

از

جولائی ۱۹۲۷ء تا دسمبر ۱۹۲۷ء

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

باہتمام مسعود علی ندوی

مطبع معارف دار المصنفین اعظم گڈھ

فہرست مضمون نگارانِ معارف،

جلد بستم جولائی سنہ ۱۹۲۷ء، دسمبر سنہ ۱۹۲۷ء

بہ ترتیب حروف تہجی؛

فہرست مضامین

جلد بستم جولائی سنہ ۱۹۲۷ء، دسمبر سنہ ۱۹۲۷ء

مجلد بستم (۲۰) | ماہ محرم الحرام ۱۳۴۶ھ مطابق ماہ جولائی ۱۹۲۷ء | عدد ۱

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

آج عدالت عالیہ پنجاب کے ایک فیصلہ سے ہندوستان کی فضا مکدر اور مسلمانون کے دل ملول وآزردہ بلکہ ایک حد تک غم وغصہ سے لبریز ہین، وہ قانون جس کے ذریعہ سے ہمیشہ سے بزرگانِ دین اور شارعینِ مذہب کی تحقیر و تذلیل کرنے والے سزایاب ہوتے تھے، عدالت عالیہ پنجاب نے اسی کے رو سے اس قسم کے ایک ملزم (راجپال) کو بے قصور پاکر، بری کردیا، اور عین اسوقت جب اسی عزت و اختیار کی ایک اور صوبہ کی عدالت، عالیہ (الہ آباد) اسی قانون کے رو سے ایک مجرم کو سزا دے رہی تھی پنجاب کی عدالت عالیہ اس قانون کے رو سے اوسی قسم کے مجرم کو بری کررہی تھی،

بسوخت عقل زحیرت کہ این چہ بوالعجبی است

شاید لوگون کو یاد ہو کہ آج سے غالبًا اٹھائیس اونتیس برس پہلے ایک پادری نے اسی قسم کی ایک کتاب امہات المومنین لکھی تھی تو وہ بھی مسلمانون کی چیخ پکار پر ضبطی کے قابل قرار پائی تھی، اور ایک مسلمان عالم اڈیٹر تحفۂ محمدیہ کانپور اس کتاب کا اسی رنگ مین سخت جواب لکھنے کے باعث ملزم قرار پائے تھے، اس قسم کے بیسیون واقعے انگریزی حکومت کی تاریخ ہند مین گذرے ہین،

بیا اور کہنا چاہیئے کہ مسلمان اس شور وغل اور فریاد و بکا سے یہ نہین چاہتے کہ اسلام پر سنجیدہ مخالفانہ اعتراضات بند ہون، بعض عیسائی مستشرقین اور پادریون نے اپنی تصنیفات مین اسلام اور شارع اسلامؐ کی نسبت نہایت سخت اعتراضات کئے ہین، نولڈیک، میور، مارگولیتھ اور پادری فنڈر سے بڑھکر سیرت نبوی کے متعلق دل آزار کتابین اور کیا ہوسکتی ہین اور وہ برابر ہندوستان مین فروخت ہورہی ہین، مگر کبھی مسلمانون نے ان کے خلاف کوئی آواز

نہین بلند کی کہ وہ کسی قدر گستاخانہ ہون، تاہم وہ تضحیک و تحقیر کے پیرایہ مین نہین لکھی گئی ہین، مگر ایک ایسی کتاب پر جسکا نام تک مسلمان اپنی زبان سے نہین لے سکتے اور جو سرتاپا تضحیک و تحقیر ہو وہ کبھی صبر نہین کرسکتے،

مسلمان اپنے مذہب اور شارعِ مذہبؐ پر اعتراض سے نہین گھبراتے کہ وہ اس کے مقابلہ کے لیے تو ہر وقت سینہ سپر ہین، مگر سب و شتم اور گالی گلوچ کو وہ برداشت نہین کرسکتے، اور اس کے لیے مذہب اسلام مین وہی سزا ہے جو ایک قاتل کیلئے ہے، ایک معصوم نبی کی عزت لینا، ایک انسان کی جان لینے سے کم اہم نہین ہے، یہ نہ خیال کیا جائے کہ یہ حکم صرف غیر مسلمون کے لیے مخصوص ہے، بلکہ ایک مسلمان بھی کسی سچے پیغمبر کی تذلیل کرے تو وہ بھی اسی سزا کا مستحق ہے اس قانون کے رو سے اسلام نے ہر مذہب کے پیغمبرون کی عزت و ناموس کو برابر درجہ مین محفوظ رکھا ہے،

یہی وجہ ہے کہ مسلمانون کو ہندوستان آئے بارہ سو برس ہوگئے، مگر انھون نے ہندوستان کے کسی رشی مہاتما، اور اوتار کے خلاف ایسی نازیبا حرکت نہین کی ہے، حالانکہ ان کا انبیا مین سے ہونا مسلمانون کو یقینی معلوم بھی نہین ہے، تاہم امکان ہے، اسلیے انھون نے اس امکان کا ہمیشہ پاس کیا، مگر ہمارے ہموطنون نے ہمارے ان جذبات کی قدر نہ کی، اور اپنے اس فعل سے اپنے اُس دھرم کو بھی بدنام کیا، جسکے متعلق ہم سنا کرتے ہین کہ اسکی وسعت و بے تعصبی مین [illegible]

مسلمانون کا اس معاملہ مین جوش و خروش اور واویلا ایک جائز حق کے مطالبہ کے لیے ہے، بلکہ چونکہ یہ قانون صرف شارع علیہ السلام کے لیے نہ ہوگا، بلکہ تمام شارعینِ مذاہب اور بانیانِ دین اور بزرگانِ عالم کے لیے ہوگا، اسلیے اس ملک کے تمام باشندون کا خواہ وہ کسی مذہب اور دھرم کے ہون فرض ہے کہ وہ اس تحریک کی دل و جان سے تائید کرین، اور مسلمانون کے دوش بدوش ہوکر اس کے لئے کوشش کرین اور اس غرض سے ایک غیر مشتبہ قانون کے وضع کرنے پر حکومت کو مجبور کرین۔

اور یہ ہندوؤن نے بجا طور سے اپنے ان بہادرون کی برسی منانے کی کوششین کی ہین جنھون نے اسلامی سلطنتون کا مقابلہ کیا ہی، ہندوستان کا کوئی عاقل باشندہ یہ نہین کہہ سکتا کہ مرے ہوئے بادشاہون اور مٹی ہوئی حکومتون کے خلاف ملک مین نفرت کے جذبات پیدا کرنے سے اس ملک کی موجودہ صورتِ حال کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہی، بجز اس کے کہ اپنے مسلمان ہمسایون کی دلآزاری مقصود ہو، مسلمانون نے بھی اس کے جواب دینے کی کوشش کی، چنانچہ اسی سال سندھ اور بعض مختلف علاقون مین محمد بن قاسم ثقفی کی برسی منائی گئی ہے، ہندوؤن نے دکن و گجرات مین سیواجی کی برسی بڑی دھوم دھام سے منائی، اسکے جواب مین وہان کے مسلمان اب محمد اورنگ زیب **عالمگیر** کا عرس کرنے کا تہیہ کر رہے ہین،

افسوس ہو کہ ہم برائے شگون پر ناک کٹانے کا مشورہ نہین دے سکتے، مسلمانون مین مذہبی بزرگون کے عرسون کی محفلین کیا کم تھین کہ اب سیاسی عرسون کا بھی آغاز کیا جائے، اور جو آگے چلکر بہرحال مذہبی حیثیت اختیار کر لینگے، اس نقالی سے مسلمانون کو کوئی فائدہ نہ پہنچیگا، بلکہ الٹا اس سے ان کے مذہب مین نئی بدعات کا آغاز ہوگا، بہرحال اس سلسلہ مین متعدد اصحاب نے عالمگیر کی ولادت اور وفات کا سال دریافت کیا ہے ان کی اطلاع کے لیے عرض ہے، کہ اس مرحوم بادشاہ کی تاریخِ ولادت یکشنبہ کی رات پندرہ ذیقعدہ ۱۰۲۷ھ اور تاریخِ وفات جمعہ کا روز بعد طلوعِ آفتاب اٹھائیس ذیقعدہ ۱۱۱۸ھ ہے،

رقعاتِ عالمگیری کی جمع و ترتیب کا جو کام ہمارے ہان شروع ہوا تھا، مولوی ابو الحسنات ندوی مرحوم رفیق دار المصنفین کی وفات سے بند ہو گیا تھا، اب چند مہینون سے ہمارے ایک دوسرے باہمت رفیق سید نجیب اشرف صاحب ندوی ایم اے نے شروع کیا ہے، "عالمگیریات" کے سب سے بڑے ماہر ہندوستان مین مشہور بنگالی مورخ بابو جدو ناتھ سرکار مانے جاتے ہین، نجیب اشرف صاحب پٹنہ کالج مین ان کے شاگرد رہ چکے ہین، اس تعلق سے

وہ سرکار صاحب کی سرکار مین استفادہ کی غرض سے کلکتہ گئے ہین، سرکار صاحب کے پاس عالمگیر کی تاریخ کا بڑا ذخیرہ فراہم ہے، ہم مشکور ہین کہ موصوف نے یہ تمام ذخیرہ ہمارے رفیق کو استعمال کی غرض سے عنایت کیا ہے،

سید نجیب اشرف صاحب کا جو خط آیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مجموعہ کئی جلدون مین سمائے گا، رقعات پر تاریخین نہین ہین، اسلیے انکی تاریخین واقعات کی مدد سے مرتب کیجا رہی ہین، مختلف مقامات سے رقعات کی فراہمی کا سلسلہ جاری ہے، اور رقعات کے ذیل مین مفید حواشی کا اضافہ ہو رہا ہے، اس مجموعہ کی پہلی جلد ابتدا سے تخت نشینی تک کے خطوط پر مشتمل ہوگی، تقریباً ۱۳ برس کے رقعات اس مین ہونگے، یہ جلد بھی دو حصون پر منقسم ہوگی، پہلے حصہ مین اہل خاندان اور اعزہ کے اور دوسرے مین شاہجہان کے اور اسکے اپنے ماتحت افسرون کے نام کے خطوط ہونگے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دار المصنفین کو اس کارنامہ کی تکمیل مین کامیابی عطا فرمائے، یہ مجموعہ تاریخ ادب کے سلسلہ مین انشاء اللہ عجیب چیز ہوگا،

لاہور مین ایک نوجوان باہمت صاحب قلم مولوی حفظ الرحمان صاحب نے صرف اپنی ذاتی محنت اور شوق مین اردو انسائیکلوپیڈیا کیلئے مضامین، مواد اور رسالہ جمع کرنے کا خیال پیدا کیا، اور سالہا سال سے وہ اس دُھن مین لگے ہوئے ہین، چند اصحاب اور مشیرون کی ایک کمیٹی بھی بنائی ہے جسمین ہندو اور مسلمان دونون جماعتون کے سربرآوردہ اصحاب کے نام شامل کئے ہین، گذشتہ اپریل مین مجھے انھون نے اپنے دفتر حفظ العلوم مین لیجاکر یہ سارا سامان دکھایا تھا، اب سید حسرت موہانی صاحب نے اسکو دیکھا ہے اور اپنی ہمدردانہ رائے اسکے متعلق ظاہر کی ہے، ہمارے خیال مین موصوف نے انسائیکلوپیڈیا کے بجائے اردو لغات، محاورات اور اسماء و اعلام کا ایک تاریخی و ادبی قاموس تیار کیا ہے، جس طرح موجودہ عربی مین فرید وجدی نے کنز العلوم واللغۃ لکھا ہے، بہرحال آغاز کار ہونا چاہیے، خواہ وہ کسی قدر ناتمام شکل مین ہو، موصوف کا یہ ذخیرہ کئی ہزار صفحات پر مشتمل ہے، اسی طرح ایوت محل (برار) مین ایک صاحب ذوق اردو مین ایک اسلامی اصطلاحات کا لغت مرتب کر رہے ہین،

مقالات

غزواتِ نبویؐ

فلسفۂ جنگ اور گذشتہ انبیاء اور اقوام کی لڑائیان

از

پروفیسر نواب علی ایم اے، بڑودہ کالج،

یاد ہوگا کہ برٹش انسائیکلوپیڈیا کے سلسلہ مین ہم نے لکھا تھا کہ ہمارے دوست پروفیسر نواب علی صاحب انسائیکلوپیڈیا مذکور مین اسلام اور پیغمبرِ اسلام پر جو بے بنیاد اعتراضات کیے گئے ہین ان کے جواب مین "وہ سیرۃ رسول اللہ صلعم" کے نام سے ایک کتاب لکھ رہے ہین جس کے اب تک تقریباً دوسو صفحے ہو چکے ہین اور جنمین وہ غزوۂ بنی نضیر تک پہنچے ہین، غزوات کے باب کا یہ پہلا ٹکڑا معارف کے لیے انھون نے بھیجا ہے، جسکو ہم شکریہ کے ساتھ شائع کرتے ہین،

پروفیسر نواب علی انگریزی تعلیم یافتہ گریجوایٹون مین پہلے شخص ہین جنھون نے آج سے ۱۸-۱۹ برس پیشتر تذکرۃ المصطفیٰ کے نام سے سیرت پاک پر اردو مین ایک کتاب لکھی تھی، امید ہے کہ اس طویل عرصہ مین موصوف کو مغرب و مشرق کے جو جدید معلومات حاصل ہوئے ہونگے، یہ زیر تالیف کتاب ان سب کا مجموعہ ہوگی، اردو سے زیادہ اس کتاب کی انگریزی مین ضرورت ہے، اور وہ اس پر قادر ہین، کاش وہ پہلے اسی ضرورت کو پورا کرتے،

"اڈیٹر"

قبل اس کے کہ ہم غزوات کا ذکر شروع کرین مسئلۂ جنگ کو جس حیثیت سے کہ وہ مختلف اقوام و

مذاہب مین مانا جاتا ہے، مجملاً بیان کرتے ہین،

انسان کے ظاہری اعضا کی ساخت اور قوت غضبی کا وجود جس سے وہ جلبِ منفعت اور دفعِ شر کرتا ہے اس امر کے شاہد ہین کہ افراد و قبائل اور پھر رفتہ رفتہ اقوام مین جنگ کا سلسلہ اس وقت سے شروع ہوا ہے جب سے وہ اس دنیا مین جہان تنازع للبقا کا خونخوار تماشا نظر آتا ہے، آباد ہے، زن، زمین، زر ان تین چیزون کی ہوس نے اس کرۂ خاک مین وہ قیامت برپا کی ہے جس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین، اگر دیارِ مصر کے اہرام کو جو فراعنہ کے جاہ و جلال کی یادگار ہین کشتون کا پشتہ کہا جائے تو فرات و دجلہ کو خون کی ندیان کہنا چاہیئے، جو بابل اور نینوا کی خونریزیون سے رنگین ہوئین، اگر سرزمین ہند آریون کے ہاتھون ایک قربانگاہ سمجھی جائے جہان غیر آریون کے لاشۂ بے سر تڑپتے تھے تو ملک عجم کو آتش سوزان کہنا چاہیئے، جس نے ایرانیون اور تورانیون کے خرمنِ ہستی کو خاک سیاہ کر دیا، اگر تختۂ یونان کو وقف رزمگاہ کہا جائے جسکی ایک مرغولہ مو حسینہ نے ٹرائے اور اس کے دلیرون کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور جسکے ایک نوعمر فرزند نے فنیقیا کو خاک مین ملا کر مشرق سے مغرب تک ہلا دیا، تو دولتِ روما کو خونخوار بھیڑیا سمجھنا چاہیئے جس نے یورپ، ایشیا اور افریقہ کے کالے اور گورون کے تکے بوٹے کر ڈالے تھے، اگر کارتھیج کو زندہ نگل گیا تو اسرائیلی گلون کو چیر پھاڑ ڈالا، اگر بہادرانِ یونان کا خون پی گیا تو پہلوانانِ عجم کو جب موقع ملا زخمی کر دیا،

تاریخ کے صفحات اگرچہ ان خونی واقعات سے رنگین ہین، لیکن مشہور بانیانِ مذاہب، ہادیانِ ملت اور حکما نے اپنی تعلیمات سے بہت کچھ اس خطرناک مسئلہ کی آگ کو ٹھنڈی کر دیا ہے، آریون کی جنگ جوئی اگرچہ زبان زدِ خاص و عام ہے، اور چار ذاتون مین ایک ذات چھتری کا دھرم ہی یہی تھا کہ مارین اور مرین لیکن دیکھو مہابھارت کی ہولناک جنگ مین سری کرشن کس طور سے ارجن کو فلسفۂ جنگ سمجھاتے ہین،

"نیکون کی حفاظت بدون کو غارت کرنے اور دھرم کو قائم کرنے کے لیے مین ہر جگ مین جنم لیتا ہون"

(بھگوت گیتا)

اس طرح گوتم بودھ نے اپنے اعلیٰ اخلاقی اور فلسفیانہ تعلیم سے آتشِ جنگ کو ٹھنڈی کرنے کی کوشش کی ہے، ہنود کا مشہور مقنن منو جنگ کی حالت مین دیکھو کس طور سے چند امور کے لحاظ رکھنے کا حکم دیتا ہی،

"حصولِ منفعت کے لیے راجہ فوج کشی کرسکتا ہے، اسکو چاہیے کہ بگلے کی طرح منصوبہ باندھے، شیر کی طرح اپنی طاقت دکھائے بھیڑیے کی طرح شکار پر جھپٹے اور خرگوش کی طرح پس پائی کے وقت حل کرے، لیکن اسکو یہ بھی چاہیے کہ رحیمانہ اور شریفانہ طور پر جنگ کرے وہ ایسے ہتھیار دن سے حملہ کرے جو چھپے ہوئے ہون، یا زہرآلود ہون یا جنکے سرے شعلہ زن ہون، اگر دشمن بھاگ کر پناہ مانگے تو پھر اس کو نہ مارے اسی طرح ہیجڑے کو قتل نہ کرے اور نہ ایسے شخص کو جو ہاتھ جوڑے کھڑا ہو یا اس طرح بھاگے کہ ہوا مین اس کے بال اڑ رہے ہون، اگر دشمن کا ہتھیار ٹوٹ جائے تو حملہ سے ہاتھ روک لے اسی طرح اس شخص پر ہاتھ نہ اٹھائے جو زخمون سے چور چور ہوگیا ہو"

(سلسلۂ کتب مقدسہ مشرقیہ قانون منو صفحہ ۲۳۱ و صفحہ ۲۳۲)

حکمائے یونان نے مسئلۂ جنگ کو علم النفس کی روشنی مین دکھایا، انسان مین جبلّی قوت غضبی جب حدِ اعتدال کو پہنچے تب فضیلتِ شجاعت حاصل ہوتی ہے، ورنہ حدِ افراط یعنی تہور اور حدِ تفریط یعنی جبن دونون مذموم ہین، یہی حال تمام صفاتِ حسنہ کا ہے، اسلیے عدالت جامعِ فضائل ہے، اور یہی معیار ہے، افلاطون اپنی کتاب قوانین مین کہتا ہے کہ حاکم عادل کا فرض اولین یہ ہے کہ ملک و ملت کو صلح و آشتی سے آباد کرے، اور صرف ضرورت کے وقت جنگ مین مشغول ہو، لیکن جب معاملہ وحشی اقوام سے پڑے تو عدالت کے قوانین پر عمل دشوار ہو جاتا ہے، ارسطو اپنی کتاب سیاست مدن مین کہتا ہے کہ حفاظتِ ملت بدیہی فرض ہے اور افزائشِ ملت جنگ کے ذریعہ سے روا ہے، بشرطیکہ جائز طریقہ سے ہو، ایسی اقوام جنکی طینت مین محکومی ہے، ان پر استیلا روا ہے تاکہ امن و امان قائم رہے، ارسطو کا یہ آخرالذکر قول جو اسکندر کے حرص فتوحات کے لیے ایک دستاویز تھا دولت روما اور بعد کو اس کے جانشینون یعنی موجودہ یورپ مین سلطنتون کی ہوس ملک گیری

اور اقوامِ عالم کو اپنا محکوم بنانے کے لیے ایک بہانہ ہوگیا ہے، جسکے نتائج نہایت خوفناک ہین،

دولتِ روما اس مسئلہ مین یونان کی شاگرد تھی سسرو جوان کا بہترین شارع ہے کہتا ہے،

"یہ خیال کہ صلح کو جنگ کے واسطے مستعد ہونے کے لیے استعمال کرنا چاہیے روا نہین، صلح مطمح نظر ہے اور جنگ کو صرف ایک ذریعہ اس کے حصول کا سمجھنا چاہیے، مناقشات دور کرنے کے لیے جنگ ایک وحشیانہ اور غیر عاقلانہ طریقہ ہے، ناجائز لڑائیان وہ ہین جن سے طمع کی وجہ سے غیرون کے مقبوضات حاصل کیے جائین، جائز لڑائیان وہ ہین جو تحفظات کے واسطے ہون اور جنسے دفع شر کیا جائے، تاوان حاصل کیا جائے یا سزا دیجائے، یا جن قومون سے قدرتی تعلقات ہین، یا معاہدہ ان کی اعانت کے لیے جنگ کیجائے، اقتضائے عدالت یہ ہے کہ اعلانِ جنگ باقاعدہ مذہبی رسوم کے ساتھ ہو اور اسی طرح اس کا خاتمہ بھی ہو،

انبیائے بنی اسرائیل

حضرت موسیٰؑ پر جو احکام عشرہ نازل ہوئے تھے، ان مین ایک یہ تھا کہ قتل حرام ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ خاص حالتون مین لڑائی کی اجازت تھی، توریت کتاب خروج مین لکھا ہے کہ خداوند یہواہ فرماتا ہے کہ "بے گناہ اور نیکون کو قتل مت کرنا، کیونکہ مین بدون کا طرفدار نہین ہون، پردیسی پر ظلم مت کرنا، اسرائیل تجھکو معلوم ہے کہ اس کے دل کی کیا حالت ہوتی ہے کیونکہ تو خود بھی مصر مین غریب الدیار تھا، اور جب تم دشمنانِ دین سے لڑنے کو نکلو تو پہلے انھین صلح کا پیغام دو، اگر وہ مان جائین تو ان کو اپنا باجگذار بنالو، لیکن اگر وہ انکار کرین تو پھر محاصرہ کر دو اور فتح کے بعد مردون کو قتل کر دو، لیکن عورتون اور بچون پر ہاتھ نہ اٹھاؤ، اور جو کچھ مالِ غنیمت ملے اس کو اپنے صرف مین لاؤ،

بنی اسرائیل کو جن قومون سے سابقہ پڑا تھا وہ بڑی خونخوار اور بیرحم تھین، اسرائیلی آبادیون کو جلا کر خاک سیاہ کر ڈالا، اسیرانِ جنگ کو بے دریغ قتل کیا، حاملہ عورتون کے پیٹ چاک کر ڈالے، صلح کرکے پھر دھوکہ دیا، اور قتل و خون کا بازار گرم کر دیا، بنی اسرائیل نے بھی اس کے جواب مین ویسے ہی

وحشیانہ فعل کئے حالانکہ ان کے پیغمبرون نے ان کو منع کیا لیکن انھون نے انکی تعلیمات پر عمل نہ کیا اور خشک
فقیہانہ بحثون مین مبتلا ہوکر ایسے ظاہر پرست، قسی القلب اور گمراہ ہوگئے کہ خود اپنے پیغمبرون اور ناصحون
کو قتل کرنے لگے، حضرت عیسیٰؑ کی مختصر زندگی تمامتر اسی کوشش مین صرف ہوئی کہ کسی طرح پتھر کے دل
موم ہون اور روحانیت پیدا ہو، مشہور پہاڑی والے وعظ مین جو آپ کی پاکیزہ تعلیمات کا گل سرسبد ہے
وہ پیغمبر برحق جو روح اللہ ہے کس دلکش طریقہ سے روحانیت کی تعلیم دیتا ہے، انجیل متی باب ۵ مین یہ وعظ مفصل
مذکور ہے، سب سے پہلے آپ عجز و انکسار، نرم دلی، رحم، تقوی، صفائے باطن، تحمل و حلم کے فضائل بیان فرماتے
ہین، پھر ارشاد ہوتا ہے "یہ مت سمجھنا کہ مین توریت اور تعلیماتِ انبیاء کو غارت کرنے آیا ہون مین صرف
ان کو پورا کرنے آیا ہون" اس تمہید کے بعد آپ احکام عشرہ پر تبصرہ کرتے ہین اور فرماتے ہین ایک حکم یہ
تھا کہ قتل مت کرنا، اب میری بات سنو مین کہتا ہون کہ اگر کوئی اپنے بھائی پر غصہ کرے اور برا کہے وہ بھی
گنہگار ہے اور اگر اسکو کہے اے احمق تو عذابِ جہنم کا مستحق ہے،

ایک حکم یہ تھا کہ آنکھ کے عوض آنکھ اور دانت کے عوض دانت لیکن اب مین تم سے کہتا ہون کہ برائی
کا بدلہ نہ لو اگر تمہارے ایک گال پر کوئی طمانچہ مارے تو دوسرا بھی اس کے سامنے پیش کر دو اور اگر کوئی تیرے
پیراہن پر دعوی کرے تو اسکو اپنی ردا بھی دیدے اور اگر کوئی ایک میل تک تجھے بیگار مین پکڑے تو دو میل
اس کے ساتھ چلا جا،

ایک حکم یہ بھی تھا کہ اپنے ہمسایہ سے محبت اور دشمن سے نفرت کر، اب میری بات سنو اپنے دشمنون
سے محبت کرو جو تم پر لعنت کرین ان کو برکت دو، جو تم سے نفرت کرین ان سے نیکی کرو اور جو تم کو آزار
پہنچائین ان کے لیے دعا کرو تاکہ تم آسمانی باپ کے فرزند کہلاؤ، اسکا آفتاب نیکون اور بدون سب پر
چمکتا ہے اور اس کے بادل عادل اور ظالم سب پر برستے ہین،

روحانی تعلیم کے ان نازک پھولون کو افسوس سیاہ دل یہود کے ناپاک ہاتھون نے مسل ڈالا

اور اس معصوم نبی اللہ کو نہایت بے دردی سے سولی پر چڑھا دیا، آخر خداوند یہواہ کا غضب نازل ہوا، رومیون
نے سنہ ۷۰ء مین بیت المقدس کو تاخت و تاراج کرکے خاک سیاہ کر ڈالا یہود جو قتل و غارت سے بچے وہ
سب کے سب جلاوطن کر دیئے گئے، اور اقصائے عالم مین منتشر ہوکر ذلیل و خوار پھرنے لگے سچ ہے ع

حلم حق با تو مواساہا کند
چونکہ از حد بگذرد رسوا کند

مسیحی دنیا کا ایک مغالطہ

چوتھی صدی عیسوی مین جب رومیون کے بادشاہ قسطنطین نے دین مسیحی اختیار کیا،
اور نصاری محکوم سے حاکم بنگئے تو اس وقت سے آج تک سلطنت کے نشہ مین حضرت مسیح کی روحانی تعلیم
کو پس پشت ڈال دیا ہے، طمانچہ کھا کر دوسرا رخسار پیش کرنے کے عوض انھون نے شمشیرِ آبدار کے جوہر دکھائے
ہین، پیراہن لینے والے کو انھون نے ردا کے عوض دار پر کھینچ دیا ہے، دشمنون سے محبت کرنے کے عوض
انھون نے اس درجہ عداوت کی ہے کہ دنیا کو نمونہ جہنم بنا دیا ہے، یورپ کے ڈیڑھ ہزار سال کی تاریخ اٹھا کر
دیکھو مسیحی فرقون کی باہمی جنگ و جدال، صلیبی لڑائیون کا سلسلہ، اسپین کے ہولناک مظالم، دولِ یورپ
کے اقصائے عالم پر جائز اور ناجائز طریقہ پر دست درازیان، یہ وہ خونی داستان ہے جس سے ہمارے بیان
کے ایک ایک حرف کی تصدیق ہو جائے گی، لیکن ہم کو یہان اس سے بحث نہین ہے کہ مسیحی دنیا نے ایسا
کیون کیا اور اب تک ایسا کیون کر رہی ہے، ہم کو یہ دکھانا ہے کہ کس طرح روما کا خونخوار بھیڑیا مسیحی
میمنہ کی کھال اوڑھ کر اہل عالم کو فریب دے رہا ہے،

مذکورہ بالا پہاڑی والے وعظ کے حوالہ سے مسیحی دنیا نہایت بلند آہنگی سے یہ دعوی کرتی ہے کہ
ایسی سراپا رحم و کرم تعلیم کسی مذہب مین نہین، مسیح نے مذہب کے لیے نہ خود تلوار اٹھائی اور نہ اس کے اٹھانے
کی اجازت دی ہے لیکن ان کا یہ دعوی واقعات پر مبنی نہین ہے، خود اسی پہاڑی والے وعظ مین جب
حضرت مسیح نے تمہید مین پہلے یہ بیان کر دیا کہ آپ احکام توریت کو غارت کرنے نہین آئے بلکہ ان کو
پورا کرنے آئے ہین تو جہاد کا حکم باقی رہا، ہان یہود مین جس قسم کی ظاہر پرستی اور قساوت پیدا ہوگئی تھی اسکی

درستی کی طرف آپنے اپنی اس پاکیزہ تعلیم سے توجہ کی، یہ صرف ہماری تشریح نہین ہے بلکہ ذیل مین ہم مشہور مسیحی پیشوایانِ دین کے اقوال ترجمہ کرکے درج کرتے ہین،

مسیحی اصولون پر جنگ بعض اوقات جائز ہے جیسا کہ اگسٹائن کا فتویٰ ہے کہ اگر (۱) حکم خدا سے کوئی جنگ ہو (۲) ایک قوم دوسری قوم پر بلاوجہ لوٹنے کے لیے حملہ کرے تو یہ حملہ ایسا ہے جیسے قتل کرنا اور ڈاکہ ڈالنا، اسلیے ایسی حالت مین بھی جنگ جائز ہے۔ ۔ ۔ ۔ اگسٹائن نے جو تحریر مرقلینوس کو بھیجی ہین بت پرستون کا یہ اعتراض دفع کیا ہے کہ پہاڑی والے وعظ کی تعلیم جو عدم مقابلہ پر مبنی ہے وہ پبلک کے اصول کے خلاف اور ملت کے حق مین مضر ہے، حضرت مسیح کا یہ حکم کہ طمانچہ کھا کر دوسرا گال بھی پیش کردینا اس کو محض لفظی معنون مین لینا نہ چاہیے، کیونکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ظالم کے مقابلہ مین بالقوہ صابرانہ فراخدلی کی خو ڈالی جائے نہ یہ کہ بالفعل بھی ہمیشہ ایسا ہی کرتا رہے کیونکہ خود جناب مسیح نے ظلم کے مقابلہ مین اپنی آواز بلند کی ہے (دیکھو یوحنا ۱۸/۲۲ اور اعمال ۲۳/۳) ہم کو ہمیشہ نرمی کی روح سے متاثر رہنا چاہیے اور بدی کے عوض نیکی کرنا چاہیے لیکن بہت سے ایسے امور بھی ہین کہ جنمین ہم کو صرف ہمارے ترحمانہ رجحان کا خیال نہ کرنا چاہیے بلکہ دوسرون کے اصلی مفاد کا لحاظ چاہیے، جو اگرچہ ہمارے نرم جذبات کے خلاف ہون، لیکن وہ مقتضی اس کے ہین کہ کسی قدر مشفقانہ درشتی سے عمل کیا جائے، اس کے ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ صلح کی غایت کیلئے جنگ صرف ایک ذریعہ ہے، بہتر اور عمدہ بات یہی ہے کہ صلح بجائے جنگ کے آشتی کے ذریعہ سے حاصل کیجائے

طامس اکوئناس نے جس طور سے رفع اعتراض کیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح کے اس ارشاد مین کہ جو کوئی تلوار اٹھائے گا، تلوار سے غارت ہوگا، تلوار اٹھانے کے معنی ناجائز طور پر اٹھانا ہین اور اس ارشاد سے عوام کو بلا حکم شرع تلوار اٹھانے کی ممانعت ہے، متی ۵/۳۹ مین اگرچہ یہ لکھا ہے کہ برائی کا مقابلہ نہ کرو اور بدلہ نہ لو لیکن ان احکام کی تعمیل نرم خوئی کے اکتساب سے حاصل ہوتی ہے اور اسکی ضرورت نہین کہ ہم بدی کو بغیر سزا دیے ہوے رائج رہنے دین اور ہماری وجہ سے یہ بلا دور نہ ہونے پائے، صلح کرانے والون

کو برکت اور جنگ کرنے والون کو بددعا اگرچہ دیگئی ہے لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ کبھی صلح کی غایت حاصل کرنے کے لیے صرف جنگ ہی سب سے بہتر اور واحد ذریعہ رہ جاتی ہے،

لوتھر نے مسیحی سپاہی کی حمایت زور شور سے کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ انجیل مین قدرتی حقوق اور فرائض تسلیم کیے گئے ہین، کالون کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ جنگ عدالت کی عاملانہ کارروائی ہے، جسے خدا نے مجسٹریٹ کے سپرد کی ہے، اور اخلاقی طور پر جس طرح پولیس کی ضرورت ہے کہ باشندون کو بدمعاشون سے محفوظ رکھے جنگ کی بھی ایسی ہی ضرورت ہے،

عدم مقابلہ کی تعلیم کے ساتھ ہی مسیح نے مسئلہ سزائے اعمال پر بھی زور دیا ہے، آپنے فرمایا کہ بیت المقدس ایسی کورانہ درشتی اور عدل حکمی کے باعث تباہ ہو جائے گا، (متی ۲۳/۳۸) اور قیامت کے احوال مین آپنے بدون اور توبہ نہ کرنے والون کے عذاب کا ہولناک نقشہ کھینچ دیا (متی ۲۵/۴۶) پس جب قانون الٰہی یہی ہے کہ بدون کو سزا دیجائے جبکہ خود خدا جو اگرچہ توبہ قبول کرکے عفو کرتا ہے، باغیون کو جو اس کے احکام کسی طرح قبول نہین کرتے شانِ قہاری کے ساتھ سزا دیتا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دینِ عیسوی کسی قوم کو طریقِ الٰہی کے اتباع سے منع کرے اور بدی کو منع نہ کرے اور عدل قائم نہ ہونے دے، عدم مقابلہ کے قائل اگر اپنے مسئلہ کو اقوام کے لیے ایک قانون کی حیثیت سے جس پر عمل لازمی کر دیا ہے جاری کر دین تو اس احکم الحاکمین پر جس طور سے کہ وہ عالم پر حکومت کر رہا ہے، بڑا سخت الزام عائد ہوتا ہے۔ ۔ ۔

مسیحی علما نے مسیح کی مجموعی تعلیم کے صرف ایک جز کو پیش نظر رکھکر فتویٰ دیا ہے یعنی وہ مسیح جو اخلاق الٰہی کا مظہر تھا، جو عدل و محبت اور بردباری کا آئینہ تھا، اس نقطۂ نظر سے دین عیسوی ضمیر صاف کیساتھ ایسی جنگ کی اجازت دیتا ہے جو بہ اتباعِ احکام الٰہی ایسی دنیا مین برپا ہو جہان ظلم و ناانصافی کا زور ہو، جہان اس کے احکام توڑے جائین اور جہان اس کے حقانی اقتدار کا مقابلہ کیا جائے،

(انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ اتھکس جلد ۱۲ صفحہ ۶۷۹ و ۶۸۰)

حکومت کا نشہ تھا غرضنکہ ؎

ہر کسے از ظن خود شد یار من
وز درون من نجست اسرار من

کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا،

مدینہ کی زندگی کی کشمکش

انصار کا مخلصانہ خیر مقدم اگرچہ ایک دلخوش کن نظارہ اور ترقی دین کے لیے نہایت ہمت افزا تھا لیکن چونکہ اب قصبہ کی مختلف الخیال اور مخلوط آبادی سے سابقہ تھا اور واقعہ ہجرت سے قریش کے غیظ و غضب اور جوشِ انتقام کا طوفان افقِ مدینہ پر اٹھتا ہوا نظر آرہا تھا، آنحضرت صلعم اور غریب الدیار مہاجرین کو اطمینان سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا، یہ شہر مکہ نہ تھا جہان چار ماہ تک لڑائی حرام سمجھی جاتی تھی اور جہان اطرافِ عرب سے مختلف قبائل حج کے لیے آتے تھے جن سے ملکر آنحضرت فرضِ تبلیغ ادا فرماتے تھے، یہ مدینہ تھا جہان ہر وقت جان کا خطرہ تھا اور تبلیغ کا دائرہ محدود ہو گیا تھا، یہان صرف قریش کا ایک ہی قبیلہ آباد نہ تھا جس کے افراد آنحضرت اور مہاجرین بھی تھے، یہان ایک دوسرا قبیلہ آباد تھا جو اوس و خزرج کے نام سے مشہور تھا اور ایک اور گروہ بھی آباد تھا جو مذہبًا اور معاشرۃً ان سب سے بالکل الگ تھا، یہ مدینہ کے یہودی بنی قینقاع، بنی نضیر اور بنی قریظہ تھے جو زمیندار ہونے کی حیثیت سے آراضی کے بڑے حصہ پر قابض تھے اور سودی لین دین کر کے کاشتکارون کا خون چوستے تھے، اوس و خزرج ان کے مقروض رہتے تھے قرضہ کی کفالت مین عورتین اور بچے تک رہن ہو جاتے تھے، بنی قینقاع صناع تھے اور زرگری اور حدادی کا پیشہ کرتے تھے عربی اور یہودی خون کی آمیزش سے یہ لوگ شجاع اور سرشور تھے، ان کے پاس اسلحۂ جنگ کا ذخیرہ موجود رہتا تھا اور کسی کی کچھ ہستی نہین سمجھتے تھے، گذشتہ صدی کے مشہور جرمن مستشرق پروفیسر گرائز مدینہ کے یہود کی حالت اور ان کا برتاؤ رسول اللہ صلعم کے ساتھ جس طور سے بیان کرتا ہے اس کا ترجمہ ہم ذیل مین درج کرتے ہین، پروفیسر موصوف نے یہود کی ایک مفصل اور مبسوط تاریخ عہدِ حضرت ابراہیم سے ۱۸۷۰ء تک لکھی تھی، اس کا ترجمہ انگریزی مین پانچ ضخیم جلدون مین ہوا، اور ۱۸۹۲ء مین لیڈن سے شائع ہوا ہے،

(باقی)

آغازِ غزوات

حضرت مسیح نے اس پُر فتن دنیا سے رخصت ہوتے وقت فرمایا تھا،

"مجھے ابھی تم سے بہت سے امور کہنا تھے لیکن اب تم کو ان کے تحمل کی طاقت نہین لیکن جب وقت وہ روحِ حق آیگا وہ تمہین تمام حق کی طرف ہدایت کریگا، کیونکہ وہ خود اپنے نفس سے کچھ نہ کہیگا بلکہ جو کچھ سنیگا وہ کہیگا" (یوحنا ۱۶/۱۳)،

وہ روحِ حق جسکی شان یہ تھی وَمَا یَنْطِقُ عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی، اس نے مکہ مین تیرہ برس تک نہایت صبر اور تحمل کے ساتھ حضرت مسیح علیہ السلام کی شانِ جمالی دکھائی اور ایسے نفوس کو شیفتۂ حق بنا دیا جنکا صدق و عدل، حلم و علم دنیا کو ہمیشہ یاد رہیگا پھر جب وہ مدینہ مین آیا اور اس قوم سے سابقہ پڑا جس نے مسیح کو دار پر کھینچا تھا تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شانِ جلالی کا جلوہ اس طور سے دکھایا جس سے وما ربک بظلام للعبید کی جھلک صاف نظر آتی تھی،

ارباب سیر اور مغازی نے غزوات کا آغاز اس طور سے کیا ہے کہ یہ صاف نظر نہین آتا کہ وہ وجوہ اور اسباب کیا تھے جنکی بنا پر اس طرزِ عمل کے بدلنے کی ضرورت پیش آئی جسکو تیرہ برس تک مکہ مین آنحضرت صلعم اور آپکے اصحاب نے اختیار کر رکھا تھا، اس فن کے سب سے قدیم اساتذہ ابن اسحٰق اور واقدی ہین جو ایسے زمانہ مین تھے جب مسلم اور غیر مسلم سب ہی دین و مذہب کے لیے لڑنا فرض عین سمجھتے تھے اور اس لیے خود مستقل طور پر ان وجوہ پر بحث نہین کی لیکن اس دورِ تہذیب مین جبکہ مذہب کو بالائے طاق رکھکر دندانِ آز تیز کر کے جنگ کا شکار سیاسیات کی ٹٹی کی آڑ سے اس طرح کھیلتے ہین کہ شیطان بھی پناہ مانگتا ہے، آنحضرت پر اس وجہ سے کہ آپنے جہاد کیا طرح طرح کے اعتراض کرتے ہین، ایک کہتا ہے کہ آپ نے قزاقی کا پیشہ اختیار کیا، دوسرا بول اٹھتا ہے مدینہ مین آکر آپ جاہ طلب اور عیش پرست ہو گئے تیسرا غل مچاتا ہے پیغمبری کیسی

دار الضرب سورت کے سکّے[1]

از

جناب محمد یوسف صاحب صدّیقی بمبئی،

اکبر اعظم نے ۲۳ شوال ۹۸۰ھ مطابق ۲۶ فروری ۱۵۷۳ء مین سورت فتح کیا، اس کے قبل سلاطین گجرات کے سکے عموماً احمد آباد پایہ تخت گجرات سے مسکوک ہوتے تھے، سنہ فتح کے وقت سورت مین دار الضرب نہین تھا، ۹۸۵ھ مین دار الضرب سورت مین قائم ہوا، اور اکبر اعظم کا سکہ جو محمودی کے نام سے مشہور ہی مسکوک ہوا، سکہ محمودی دو پیمانہ کا مسکوک ہوا، ایک روپیہ کے برابر اور دوسرا اٹھنی کے برابر، سکہ محمودی مدور ہے، بڑا ۱/۸ انچ قطر کا ہے اور چھوٹا ۱/۲ انچ قطر کا، یہ سکہ ادنیٰ درجہ کی چاندی کا ہے، اور دار الضرب احمد آباد کے سکون سے جو اس وقت مسکوک ہوتے تھے کم درجہ کا ہے،

محمودی سکے ۹۸۵ھ سے ۱۰۲۶ھ تک مسکوک ہوتے رہے جنپر یہ عبارت نقش ہے،

نمبر ۱ رو: بادشاہ — محمد اکبر — جلال الدین

پشت: لا الہ الا اللہ — محمد — رسول اللہ

لہ فہرست ماخذ

۱- کٹلاگ برٹش میوزیم لندن

۲- " انڈین میوزیم کلکتہ

۳- " لاہور میوزیم

۵- جرنل ایشیاٹک سوسائٹی بمبئی،
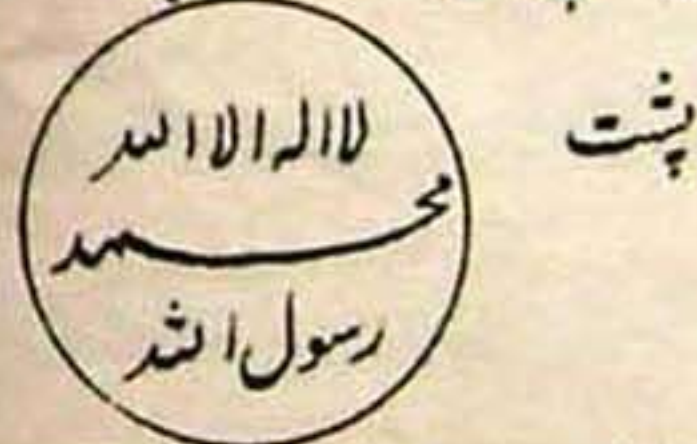
۶- جرنل انجمن مسکوکیات ہند،

۷- مرأت احمدی، (۸) مرأت سکندری،

۸- تاریخ گجرات مولفہ برڈ،

۹- ضمیمہ جات شعبہ مسکوکیات جرنل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کلکتہ، ۱۰- سکہ جات سلاطین مغلیہ مرتبہ شاپورجی ہرمزجی ہوڈی والا،

۱۰۲۶ھ کے بعد کا کوئی محمودی سکہ دیکھنے مین نہین آیا اور نہ کہین ذخیرہ مین موجود ہے، اس کے بعد دو سو سال تک محمودی سکے مسکوک نہین ہوئے، ۱۲۱۵ھ اور ۱۲۱۷ھ مین محمودی سکے پھر مسکوک ہوئے جو اکثر ذخیرون مین پائے جاتے ہین،

بیالیس سال تک یعنی ۹۸۵ھ تا نہایۃ ۱۰۲۶ھ جو محمودی سکے مسکوک ہوتے رہے ان مین صرف حاشیہ مین وقتاً فوقتاً محض خفیف تبدیلیان ہوتی رہین اور سنہ مسکوک درج کئے گئے، ۱۰۲۷ھ کے بعد دار الضرب سورت بہت ترقی کر گیا، اور اس دار الضرب مین سونے چاندی اور تانبے کے سکے مسکوک ہوئے،

اکبر کی وفات ۱۰۱۴ھ مین ہوئی لیکن اس کے بعد بھی عہد جہانگیری مین نیز دو سو سال کے بعد جو محمودی سکے مسکوک ہوئے ان پر اکبر کا نام بدستور قائم رکھا گیا، صرف سنہ مسکوک ان پر درج کئے گئے،

ذیل مین ایک نقشہ دیا جاتا ہے جس سے معلوم ہو گا کہ کن کن بادشاہون کے سکے دار الضرب سورت سے مسکوک ہوئے اور ان سکون کے فلز کیا تھے،

نام بادشاہ	فلز
۱- جہانگیر	طلا، سیم، مس،
۲- شاہجہان اوّل	" "
۳- مراد بخش	سیم، مس،
۴- اورنگ زیب عالمگیر	طلا، سیم، مس،
۵- اعظم شاہ	سیم،
۶- شاہ عالم اول	طلا، سیم، مس،
۷- جہاندار شاہ	" " "
۸- فرخ سیر	سیم، مس،

نام بادشاہ	فلز
۹- رفیع الدرجات	سیم، مس
۱۰- شاہ جہان دوم	طلا، سیم
۱۱- محمد شاہ	طلا، سیم، مس،
۱۲- احمد شاہ	سیم
۱۳- عالمگیر دوم	"
۱۴- شاہجہان سوم	"
۱۵- شاہ عالم دوم	طلا - سیم

اب ہم ان بادشاہون کے سکّون کی کیفیت درج کرتے ہین،

جہانگیر

سنہ ۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء لغایتہ سنہ ۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۷ء

دور اول سنہ ۱۰۱۴ھ لغایتہ سنہ ۱۰۳۲ھ اس دور مین روپیہ اور اٹھنی مسکوک ہوئے جنپر یہ عبارت نقش ہے۔

نمبر ۲

ماہ فروردی الٰہی
سنہ ۱۷
ضرب سورت

ان سکون مین سنہ ہجری و سنہ جلوس دونون درج ہین، لاہور میوزیم مین (کٹلاگ۔ نمبر ۱۳۳ و نمبر ۱۷۹) اس نمونہ کے دو روپیے ہین جنمین لفظ الٰہی یائے مجہول سے لکھا ہوا ہے، ایک مین لفظ سنہ لکھا ہوا نہین ہے، دونون روپیون کی پشت کی عبارت اس طرح پر ہے،

(۱) ماہ آبان الٰہے
ضرب ۱۷ سورت

(۲) ماہ بہمن الٰہے
ضرب سورت سنہ

دور دوم سنہ ۱۰۳۳ھ لغایت سنہ ۱۰۳۶ھ، اس دور مین جتنی مہرین، روپیہ اور اٹھنیان مسکوک ہوئین ان پر ایک شعر درج ہوا، رو کی جانب مصرعہ اول ہے جسمین جہانگیر کا نام ہے اور پشت کی جانب دوسرا مصرعہ ہے جس پر نورجہان بیگم کا نام ثبت ہے، وہ شعر یہ ہے

زحکم شاہ جہانگیر یافت صد زیور
بنام نورجہان بادشاہ بیگم زر

اس نمونہ کی ایک مہر برٹش میوزیم مین ہے (کٹلاگ میوزیم نمبر ۵۱۳) دوسرے ذخیرون مین روپیہ اور اٹھنیان موجود ہین،

نمبر ۳ رو

زحکم شاہ
جہانگیر
یافت صد زیور
ضرب
سورت

پشت

بادشاہ
جہان
بنام نور
بیگم زر
سنہ ۱۰۳۳ ۱۹
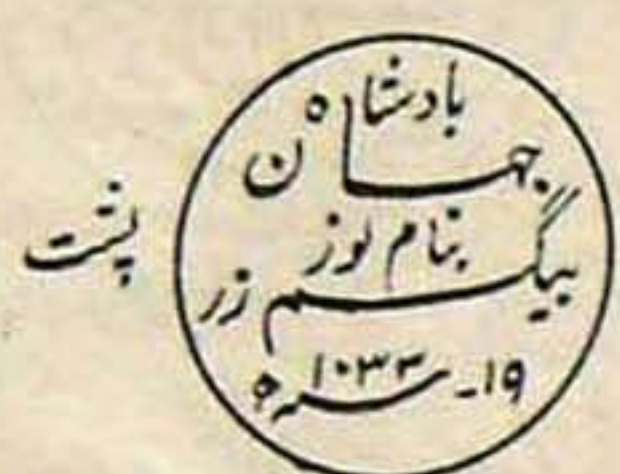
شاہ جہان

سنہ ۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۸ء لغایتہ ۱۰۶۹ھ / ۱۶۵۹ء

عہد شاہ جہانی مین مدوّر و مربع پر دو اقسام کے سکّے دار الضرب سورت سے مسکوک ہوئے، عبارت اور نقوش بھی اُن کے مختلف ہین،

سنہ ۱۰۳۷ھ جلوس ا کا ایک روپیہ ہے جس پر یہ عبارت نقش ہے،

نمبر ۴ رو

شاہ جہان
سنہ ۱
رائج باد
سورت
ضرب

پشت

لا الہ الا اللہ
محمد
رسول اللہ
سنہ
۱۰۳۷
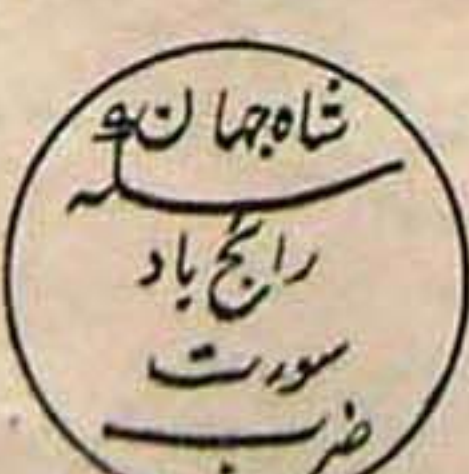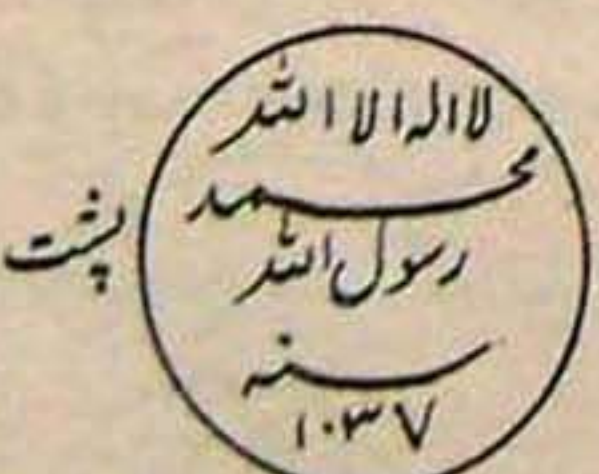
اسی سنہ کا ایک اور روپیہ بھی ہے جس پر یہ عبارت نقش ہے،

نمبر ۵ رو

غازی
جہان بادشاہ
شاہ
صاحبقران ثانی
شہاب الدین محمد

پشت

لا الہ الا اللہ
محمد
رسول اللہ
۱۰۳۷
سنہ
ضرب سورت

اسی سنہ کے دو خوبصورت سکے، روپیہ اور اٹھنی ہین جنپر ذیل کی عبارت درج ہے، ان سکون کی عبارت دو دائرون سے گھری ہوئی ہے اور دونون دائرون کے درمیان مین ایک دائرہ نقطون کا ہے

نمبر ۶ رو پشت

ہجری کا لفظ اسی سنہ سے سکون پر درج ہونا شروع ہوا، اس عہد کے چند روپیہ ایشیاٹک سوسائٹی بمبئی کے ذخیرہ مین موجود ہین جنپر سنہ جلوس ثبت نہین ہے،

سنہ الٰہی ۸ کی دو طلائی مہرین اس عہد کی پائی جاتی ہین، ایک مہر برٹش میوزیم مین ہے، اور دوسری مہر لاہور میوزیم مین، ان پر یہ عبارت نقش ہے،

نمبر ۷ رو

پشت

سنہ ۱۰۴۰ھ کا ایک روپیہ ہے جس پر عبارت کا ایک حصہ وسطی مربع جگہ مین ہے اور بقیہ عبارت اس کے چارون طرف درج ہے، نمونہ درج ذیل ہے،

نمبر ۸ رو

پشت

اس سکہ مین سنہ ہجری و سنہ جلوس دونون پشت کی طرف درج ہین،

سنہ ۱۰۴۷ھ کا ایک طلائی سکہ (مہر) ایشیاٹک سوسائٹی بمبئی کے ذخیرہ مین موجود ہے، جس پر سنہ جلوس رُو اور پشت دونون طرف ثبت ہے،

سنہ ۱۰۴۸ھ کا ایک روپیہ ہے جس پر سنہ جلوس بجائے پشت پر مربع حصہ مین درج ہونے کے رو کی جانب داہنی طرف حاشیہ پر اس طرح درج ہے، محمد صاحب ۱۲، عبارت بالکل نمبر ۸ کی طرح ہے،

سنہ ۱۰۵۲ھ سے سنہ ۱۰۶۷ھ تک جتنے روپیہ مسکوک ہوئے ان پر عبارت تو مثل نمبر ۸ کے ہے لیکن سنہ جلوس عموماً رو کی جانب مربع حصہ مین داہنی طرف گوشہ مین درج ہے، دار الضرب سورت کے شاہجہانی سکے عموماً اسی نمونہ کے ہین،

عہد شاہجہانی کے مربع سکے بھی دو ایک ذخیرون مین پائے جاتے ہین، غالباً وہ سکے سنہ ۱۰۵۵ھ یا سنہ ۱۰۵۹ھ کے ہین،

سنہ ۱۰۵۷ھ ۲۱ جلوس کے روپیہ اور اٹھنی پر یہ عبارت اس طرح نقش ہے،

نمبر ۹ رو

پشت

سنہ ۱۰۶۷ھ ۳۱ جلوس کا ایک روپیہ ہے جس پر یہ عبارت نقش ہے،

نمبر ۱۰ رو

پشت
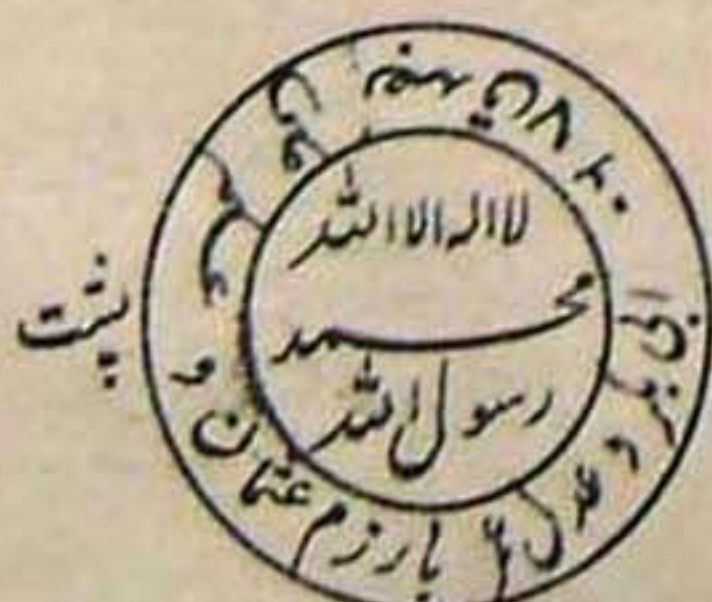
۳۱ جلوس سنہ ۱۰۶۸ھ کا ایک روپیہ ہے جس پر پشت کے حاشیہ کی عبارت داہنی طرف سے شروع ہوتی ہے،

انڈین میوزیم کے ذخیرہ مین ایک روپیہ ۳۱ جلوس سنہ ۱۰۶۸ھ کا ہے جس پر ۳۱ کا ہندسہ رو کی جانب لفظ شاہ کے نیچے درج ہے، پشت کی عبارت مثل نمبر ۱۰ کے ہے،

عہد شاہ جہانی کے دو فلوس (مسی) سنہ ۳۰،۲۹ جلوس کے بعض بعض ذخیرون مین پائے جاتے ہین، ان کی عبارت ایک ہی ہے جو حسب ذیل ہے،

نمبر ۱۱

پشت	رو
سورت ضرب سنہ ۳۰ ۱۰۶۷	شاہ جہانی فلوس ۳۰

مراد بخش

سنہ ۱۰۶۸ھ
۱۶۵۷-۵۸ء

شاہجہان جب مرض الموت مین مبتلا ہوا تو شاہزادہ مراد بخش یہ خبر سنتے ہی تخت سلطنت پر جلوس کیا اور اپنا لقب مروج الدین قرار دیکر اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کیا، مراد بخش کے عہد مین دو اقسام کے روپیہ اور اشرفی مسکوک ہوئے جن پر علی الترتیب یہ نقوش ہین،

نمبر ۱۲

رو

پشت

مراد بخش کا ایک فلوس بھی جس پر یہ عبارت درج ہے (جرنل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال سنہ ۱۹۰۴ء ضمیمہ مسکوکات)

نمبر ۱۳

رو

پشت

نمبر ۱۴ رو مراد شاہی فلوس

پشت سورت احد ضرب

اورنگ زیب عالمگیر

سنہ ۱۰۶۹ھ ۱۶۵۹ء لغایتہ سنہ ۱۱۱۸ھ ۱۷۰۷ء

سنہ جلوس ۱ سنہ ۱۰۶۹ھ مین جو سکے مسکوک ہوئے ان پر یہ شعر نقش ہے

سکہ زد در جہان چو بدر منیر شاہ اورنگ زیب عالمگیر

نمبر ۱۵

رو

اورنگ عالمگیر زیب
شاہ
زد چو بدر منیر
سکہ
در جہان ۱۰۷۰

پشت

بندر مبارک سورت
ضرب
میمنت مانوس
جلوس احد

یہ سکہ اس لحاظ سے بہت دلچسپ ہے کہ صرف اسی سنہ کے سکہ پر سورت کا لقب بندر مبارک درج ہے، اس لقب کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس وقت سورت ہی وہ بندر تھا جہان سے ہندوستانی حجاج بغرض حج مکہ جاتے تھے، اور اسی مناسبت سے اس بندر کا لقب بندر مبارک رکھا گیا،

ڈاکٹر فرائر جو بغرض سیاحت سنہ ۱۶۷۳ء مین سنہ ۱۶۷۴ء مین ہندوستان آیا وہ لکھتا ہے کہ "اورنگ زیب کے چار جہاز ہمیشہ سورت مین تیار رہتے تھے اور حاجیون کو حج کے لیے بلا کرایہ لے جاتے تھے"،

۲ جلوس سنہ ۱۰۷۱ھ مین جو سکے مسکوک ہوئے ان کی عبارت تو اول الذکر سکہ کے مثل ہے صرف کسی قدر الفاظ کی نشست مین فرق ہے، ان سکون پر رو اور پشت کے نقش اس طرح پر ہین،

نمبر ۱۶

رو

اورنگ عالمگیر زیب
شاہ
زد چو بدر منیر ۱۰۷۱
سکہ
در جہان

پشت

سنہ ۳ جلوس
میمنت
مانوس
ضرب
سورت

سنہ جلوس ۲ کی ایک مہر برٹش میوزیم کے ذخیرہ مین موجود ہے (کٹلاگ میوزیم - نمبر ۲۰۰)

اس سنہ مین جو مہرین، روپیہ اور اٹھنیان مسکوک ہوئین ان پر یہ نقش درج ہے،

نمبر ۱۷ رو
مثل نمبر ۱۶

پشت
سنہ جلوس
میمنت
مانوس
سورت
ضرب

سنہ ۱۰۷۹ھ جلوس ۱۱ و سنہ ۱۰۸۰ھ جلوس ۱۲ مین جو روپیہ مسکوک ہوئے ان پر بعض مین پشت کی عبارت مثل نمبر ۱۶ کے ہے اور بعض مین مثل نمبر ۱۷ کے،

سنہ ۱۰۸۹ھ جلوس ۲۲ مین جو سکے مسکوک ہوئے ان پر عبارت اس طرح نقش ہے،

نمبر ۱۸ رو
اورنگ عالم زیب گیر
۱۰۸۹ شاہ
زد چو بدر منیر
سکہ
در جہان

پشت
مثل نمبر ۱۷

سنہ ۱۱۰۴ھ جلوس ۳۶ کا ایک روپیہ ہے جس پر عبارت اس طرح نقش ہے،

نمبر ۱۹ رو
اورنگ عالم زیب گیر ۱۱۰۴
شاہ
چو بدر منیر
سکہ
در جہان

پشت
مانوس
میمنت
۳۶ سنہ جلوس
ضرب
سورت

سنہ ۱۰۹۰ھ جلوس ۲۲ سے سنہ ۱۱۱۸ھ جلوس ۵۱ تک جتنی مہرین، روپیہ اور اٹھنیان دار الضرب سورت سے مسکوک ہوئین وہ عموماً اسی نمونہ کی ہین، انڈین میوزیم مین تین مہرین سنہ ۲۹ جلوس، سنہ ۳۰ جلوس اور سنہ ۴۲ جلوس کی ہین،

اورنگ زیب کے عہد مین دار الضرب سورت سے دو نمونے کے مسی فلوس مسکوک ہوے جنپر علی الترتیب یہ عبارت درج ہے،

نمبر ۲۰ - رو
(۱)
اورنگ زیب
فلوس شاہی

پشت
سورت
سنہ
ضرب

(۲) رو
مبارک سنہ ۲۲
جلوس

پشت
نمبر ۲۰ الف
سنہ ۱۰۸۹
سورت
ضرب

اعظم شاہ

سنہ ۱۱۱۸-۱۹ھ
۱۷۰۷ع
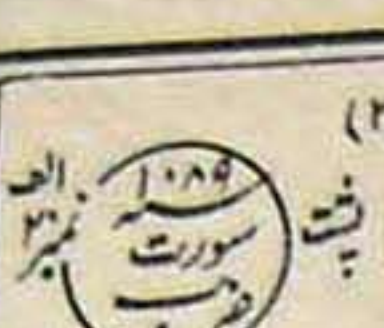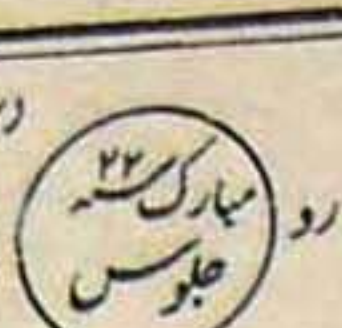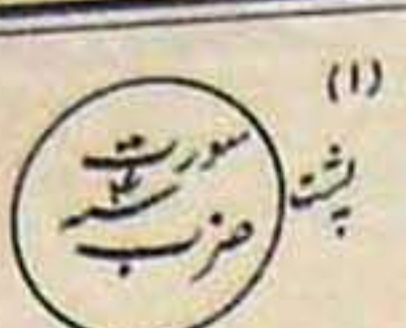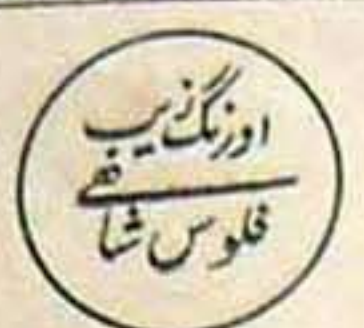
اعظم شاہ کا ایک روپیہ سنہ ۱۱۱۹ھ کا ہے جسپر یہ شعر درج ہے،

سکہ زد در جہان بدولت و جاہ بادشاہ ممالک اعظم شاہ

نمبر ۲۱ رو
ممالک اعظم شاہ ۱۱۱۹
شاہ
بدولت و جاہ باد
سکہ
زد در جہان

پشت
جلوس انسر
سنہ احد
ضرب
سورت

شاہ عالم اول

سنہ ۱۱۱۹ھ ۱۷۰۷ع لغایتہ سنہ ۱۱۲۴ھ ۱۷۱۲ع

اس عہد مین دار الضرب سورت سے مہرین، روپیہ اور اٹھنیان مسکوک ہوئین جنپر عبارت اس طرح نقش ہے، شاہ عالم اول کی ایک مہر انڈین میوزیم کے ذخیرہ مین موجود ہے (کٹلاگ صفحہ ۵ نمبر ۱۰۰۵)

نمبر ۲۲ رو
۱۱۲۲ غازی
بادشاہ
بہادر
شاہ عالم
سکہ مبارک

پشت
سنہ ۴ جلوس مانوس
میمنت
ضرب
سورت

جہاندار شاہ

سنہ ۱۱۲۴ھ
۱۷۱۲-۱۳ع

جہاندار شاہ کے روپیہ اور اٹھنی پر یہ شعر نقش ہے،

بزد سکہ بر زر چو صاحب قرآن
جہاندار شہ بادشاہ جہان

نمبر ۲۳ رو

جہاندار شہ بادشاہ
جہان
چو صاحب قران
سکہ
بزد بر زر ۱۱۲۴

مثل نمبر ۱۹ پشت

ایک دوسرا روپیہ اس عہد کا پایا جاتا ہے جسپر رو کی جانب بجائے لفظ زر کے مہ ہے،

اس عہد کی مہرون اور روپیون پر یہ شعر بھی درج ہے ؎

در آفاق زد سکہ چو مہر و ماہ ابو الفتح غازی جہاندار شاہ

نمبر ۲۴ رو

ابو الفتح غازی جہاندار
شاہ
چون مہر و ماہ
سکہ
در آفاق زد

مثل نمبر ۱۹ پشت

جہاندار شاہ کا ایک فلوس (مسی) بھی دار الضرب سورت کا ہے جسپر یہ عبارت درج ہے،

نمبر ۲۵ رو

جہاندار
شاہ
فلوس بادشاہ

سنہ احد جلوس
ضرب
سورت
پشت

فرخ سیر

سنہ ۱۱۲۴ھ - ۱۱۳۱ھ
۱۷۱۳ء - ۱۷۱۹ء

دار الضرب سورت سے چاندی کے جو سکے فرخ سیر کے عہد مین مسکوک ہوئے ان پر یہ شعر نقش ہے،

سکہ زد از فضل حق بر سیم و زر
بادشاہ بحر و بر فرخ سیر

نمبر ۲۶ رو

بحر و بر فرخ سیر
شاہ
از فضل حق باد
سکہ
زد بر سیم و زر ۱۱۲۸

مثل نمبر ۱۹ پشت

ایک فلوس بھی اس عہد کا پایا جاتا ہے جسپر یہ عبارت درج ہے،

نمبر ۲۷ رو

فرخ سیر
شاہ
فلوس باد

مثل نمبر ۱۹ پشت

رفیع الدرجات

سنہ ۱۱۳۱ھ
۱۷۱۹ء

رفیع الدرجات نے اپنے چند ماہہ دورِ حکومت مین حسب ذیل نہتم بالشان بیت کو اپنے روپیون کی زیب وزینت مین صرف کیا، وہ شعر یہ ہے۔

زد سکہ بہند با ہزاران برکات شاہنشہ بحر و بر رفیع الدرجات

نمبر ۲۸ رو
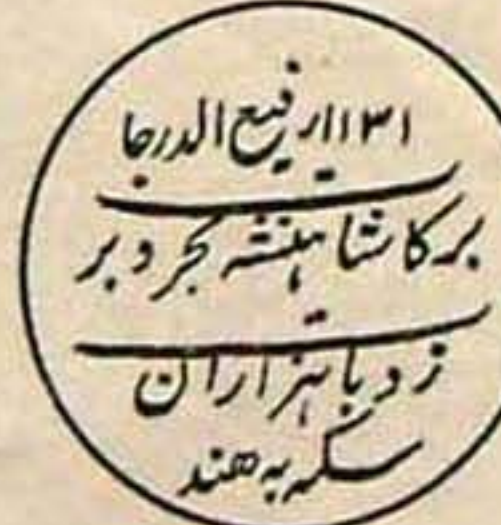
۱۱۳۱ رفیع الدرجا
برکا شاہنشہ بحر و بر
زد با ہزاران
سکہ بہ ہند

مثل نمبر ۱۹ پشت

ایک فلوس بھی اس عہد کا ہے جسپر یہ عبارت درج ہے،

نمبر ۲۹ رو رفیع الدرجا پشت سنہ احد جلوس ضرب سورت
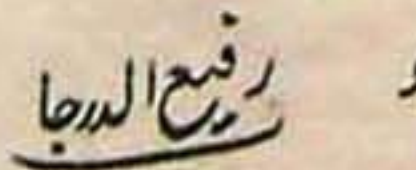
شاہ جہان دوم

سنہ ۱۱۳۱ھ
۱۷۱۹ء

اس عہد مین جو سکے مسکوک ہوئے ان پر یہ عبارت درج ہے،

نمبر ۳۰ رو

شاہ جہان
بادشاہ غازی
سکہ مبارک ۱۱۳۱

پشت

مثل نمبر ۱۹

محمد شاہ

سنہ ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۹ء لغایتہ سنہ ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء
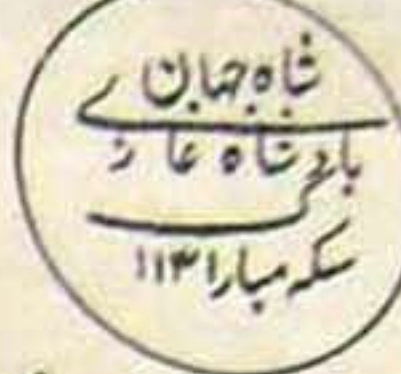
اس عہد مین مہرین، روپیہ اور پیسے مسکوک ہوئے، ایک مہر برٹش میوزیم دکٹلاگ نمبر ۹۵۳) کے ذخیرہ مین موجود ہے، مہر اور روپیہ پر ایک شعر درج ہے، وہ شعر یہ ہے ؎

سکہ زد درجہان بلطف الہ بادشاہ جہان محمد شاہ

روپیہ پر یہ شعر اس طرح درج ہے،

نمبر ۳۱ رو

بلطف الہ محمد
شاہ
بادشاہ زمان
سکہ زد
درجہان ۱۱۳۱

پشت

مثل نمبر ۱۹

اسی عہد کی ایک اور مہر (دیکھو کٹلاگ برٹش میوزیم نمبر ۱۹۶ الف) اور روپیہ ہے جن پر یہ نقش ثبت ہے،

نمبر ۳۲ رو

۱۱۳۳ محمد شاہ
بادشاہ غازی
سکہ مبارک

پشت

مثل نمبر ۱۹

دو نمونے کے مسی فلوس اس عہد مین مسکوک ہوئے جنکے نمونے یہ ہین،

نمبر ۳۳ رو

محمد شاہ
فلوس پاد ۱۱۳۲

پشت

مثل نمبر ۱۹

نمبر ۳۴

محمد شاہ غازی
فلوس ......

مثل نمبر ۱۹

احمد شاہ

سنہ ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء لغایتہ سنہ ۱۱۶۷ھ / ۱۷۵۴ء

اس عہد کا ایک روپیہ پایا جاتا ہے جس پر یہ نقش درج ہے،

نمبر ۳۵ رو

احمد شاہ بہادر
بادشاہ غازی
سکہ مبارک

پشت

مثل نمبر ۱۹

عالمگیر ثانی

سنہ ۱۱۶۷ھ / ۱۷۵۴ء لغایتہ سنہ ۱۱۷۳ھ / ۱۷۵۹ء

ایک عہد کا ایک ڈبل روپیہ اور روپیہ پایا جاتا ہے جنپر یہ عبارت نقش ہے.

نمبر ۳۶ رو
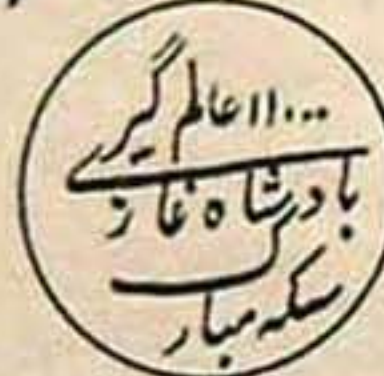
۱۱۰۰ عالمگیر
بادشاہ غازی
سکہ مبارک

پشت

مثل نمبر ۱۹

شاہ جہان سوم

سنہ ۱۱۷۳-۱۱۷۴ھ / ۱۷۵۹-۱۷۶۰ء

اس عہد مین روپیہ اور اٹھنیان مسکوک ہوئین، عبارت اس طرح نقش ہے،

نمبر ۳۷ رو

۱۱۷۰
شاہ جہان
بادشاہ غازی
سکہ مبارک

پشت

مثل نمبر ۱۹

شاہ عالم ثانی

سنہ ۱۱۷۳ھ / ۱۷۵۹ء لغایتہ سنہ ۱۲۲۱ھ / ۱۸۰۶ء

اس عہد مین ڈبل روپیہ، روپیہ، اٹھنی اور دوانی مسکوک ہوئے، روپیہ پر یہ عبارت نقش ہے؛

نمبر ۳۸ رو

۱۱۹۷
شاہ عالم
بادشاہ غازی
سکہ مبارک

مثل نمبر ۱۵ پشت

سنہ ۱۲۱۵ھ/۱۸۰۰ء سے شاہ عالم کے نام کے سکّے ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے مسکوک ہونے لگے، رو اور پشت کی نقش بالکل شاہ عالم کے روپیہ کی نقل ہے، کمپنی مذکور کا آخری سکہ جو شاہ عالم کے نام سے مسکوک ہوا، اس پر ۴۹ سنہ جلوس درج ہے، اس کے بعد کا کوئی سکہ نہین پایا جاتا،

ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے سنہ ۱۲۱۵ھ/۱۸۰۰ء مین اکبر کے نام سے محمدی سکّے بھی دوبارہ مسکوک ہوئے اور دو سال تک مسکوک ہوتے رہے، اس کے بعد یہ سکہ بھی مسکوک ہونا بند ہوگیا،

السیرۃ النبی

حصۂ سوم

جس کے مقدمہ مین نفس معجزہ کی حقیقت اور اس کے امکان و قوع پر فلسفۂ قدیمہ، علم کلام، فلسفۂ جدیدہ اور قرآن مجید کے نقطہ ہائے نظر سے مبسوط بحث و تبصرہ ہے، اور اس کے بعد خصائص نبوت یعنی مکالمۂ الٰہی، وحی، نزول ملائکہ، عالم رؤیا، معراج اور شرح صدر کا بیان ہے، پھر وہ آیات و معجزات ہین جنکا ذکر قرآن مجید مین ہے، بعد ازین وہ ہین جو مستند روایات سے ثابت ہین، پھر معجزون کی نامعتبر روایات کی تنقید کا باب ہے، اور اس کے بعد وہ بشارات نبویہ ہین جو صحف سابقہ مین موجود ہین، اور جنکے حوالے قرآن مجید و حدیث مین مذکور ہین، اور آخر مین خصائص محمدی کا باب ہے،

طبع اول تقطیع کلان، ضخامت ۹۶ ۵، قیمت باختلاف کاغذ ۵ / ۳ /

"منیجر"

ہندوستان کی معاشی حالت

ایسٹ انڈیا کمپنی کا اثر،

از

مولوی ابو الخیر صاحب مودودی، رکن دار الترجمہ، جامعۂ عثمانیہ

ذیل کا دلچسپ اور پراز معلومات مضمون آیا ہوا، کاغذات مین پڑا رہ گیا تھا، صاحب مضمون کی داد دینی چاہیے کہ انھون نے "صبر ایّوبی" سے کام لیا، اور دستور زمانہ کے مطابق انھون نے اسکی اشاعت کا کبھی تقاضا نہین کیا، آج ہم اس امانت کو اصل مالکون (ناظرین) تک پہنچانے کا فرض ادا کرتے ہین، صاحب مضمون بہتر ہوتا، اگر اس کے اصل ماخذ کا پتہ بھی بتا دیتے، کو حوالہ اور مزید استفادہ مین آسانی ہوتی،

"معارف"

کمپنی کی ابتدا سولہوین صدی کا آخری دن، انگلش ایسٹ انڈیا کمپنی کا پہلا دن تھا، انگلستان کے تاجر مشرق کی زرخیز منڈی، اور خاصکر ہندوستان کی بے پایان دولت کے افسانے سن سنکر للچا رہے تھے، جس پر ایک صدی سے ان کا بحری رقیب (پرتگال) بلا شرکت غیرے قابض تھا، اور اس کی زبردست قوت ان کی نوخیز جوشیلی امنگون کو طیش دلا رہی تھی کہ یہ بھی اپنے استعمار بحری کی کوششون کا مرکز اسی کے ساحلون کو بنائین، اگرچہ انگریز تاجرون کے کاروبار جزائر شرق الہند مین اب بھی پھیلے ہوئے تھے، لیکن اول تو اتنے دور دراز مقامات مین تجارت کی انفرادی کوششون کے لیے کامیابی کے مواقع بہت کم تھے، دوسرے اس زمانہ مین پرتگال مشرق کا تنہا بحری مالک

بنا ہوا تھا، جس کی منظم قوت کے مقابلہ مین انگریز تاجرون کی انفرادی جد وجہد کسی طرح بار آور نہین ہو سکتی تھی، اسلیے لندن کے انگریز تاجرون نے یہ محسوس کیا کہ انھین متحدہ قوت اور سرمایہ سے باقاعدہ تجارت کرنی چاہیے، اور حکومت سے علاوہ تجارت کی اجازت کے جان و مال کی حفاظت کے لیے دفاعی قوتین رکھنے کا بھی اختیار حاصل کرنا چاہیے، اس زمانہ مین انگلستان کے تخت پر ملکہ الزبتھ متمکن تھی، جو اپنی قوم کو دنیا کے چپہ چپہ پر پھیلا ہوا اور آباد و خوش حال دیکھنا چاہتی تھی، اس نے انگریز تاجرون کے اس ترقی خواہ شوق کی قدر کی، اور ۳۱ دسمبر سنہ ۱۶۰۰ء کو اپنی "قوم کی عزت، رعایا کی دولت، جہاز رانی کی ترقی اور مرتب و منتظم تجارت کے ذریعہ دولت عامہ کے ازدیاد کی خاطر کمپنی کو ایک منشور عطا کیا، جو راہ ترقی مین انگریز قوم کا پہلا مگر مضبوط ترین قدم تھا، اور جس کا نتیجہ ہندوستان پر برطانی حکومت ہے، یہ کمپنی لندن کے (تقریبًا) ۲۰۰ تاجرون نے ارل آف کمبرلینڈ کی رہنمائی مین ۳۰ ہزار پاونڈ کے سرمایہ سے قائم کی تھی، اور اس کا نام "جزائر شرق الہند مین تجارت کرنے والے لندن کے گورنر اور تاجر" تھا، کمپنی کو اس منشور کی رو سے، راس امید سے میجلان کی آبنائون تک (عیسائی حکومتون کے مقبوضات کو چھوڑ کر) تمام آبادیون مین تجارت کی اجازت ملگئی، انفرادی تجارت بند کر دی گئی، اور ان انگریز تاجرون کو جو بحر ہند مین کمپنی سے علحدہ رہ کر تجارت کر رہے تھے تاج کا نافرمان قرار دیا گیا، اسی کے ساتھ کمپنی کو جنگی جہازون، بحری فوج اور سامان جنگ کے متعلق بھی خاص رعایتین عطا کین، اور یہ حق بھی دیا کہ جو انگریز تاجر بحر ہند مین انفرادی تجارت کرتے پائے جائین، ان کا مال و متاع معہ جہازون کے ضبط کر لے،

کمپنی کا کام کمپنی نے منشور حاصل کرتے ہی سواحل ہند کے ادنی افسرون سے ملکر مختلف مقامات پر کاروبار پھیلا دیے، اور پھر جگہ بجگہ زمینین لے لے کر کوٹھیان یعنی اسٹیشن، اور مال گودام بنانے شروع کر دیے، لیکن بغیر شاہی حکومت کی اجازت کے، اس طرح زیادہ مدت تک کام نہین چل سکتا تھا، اور کاروبار مین ترقی و توسیع کی تو بالکل کوئی صورت ہی نہ تھی، اس لیے کمپنی نے اپنی ملکہ سے شہنشاہ اکبر کے دربار مین سفارت بھیجنے کی درخواست کی، سر جان مٹڈن ہال، الزبتھ کا پہلا سفیر تھا جو سنہ ۱۶۰۳ء مین آگرہ پہنچکر سنہ ۱۶۰۵ء تک مقیم رہا،

بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اکبر سے ویسی ہی مراعات حاصل کرنے مین کامیاب ہو گیا تھا، جیسی مراعات کچھ عرصہ قبل دولت عثمانیہ سے انگریز تاجرون کو حاصل ہو چکی تھین، لیکن یہ بات قابل اعتبار نہین ہے، ملڈن ہال کے بعد ہاکنس، کیننگ، کیرج اور ایڈورڈ یکے بعد دیگرے سفیر ہو کر آئے، مگر وہ شرق کے درباری آداب سے ناواقف ہونے کے باعث کوئی اثر پیدا نہ کر سکے، آخر سنہ ۱۶۱۵ء مین چارلس اول نے سر تھامس رو کو سفیر مقرر کر کے بھیجا، وہ اس سے پہلے عثمانی دربار مین رہ کر مشرقی آداب سے واقف ہو چکا تھا، اس لیے وہ بہت کامیاب رہا، اور اس نے جہانگیری حکومت مین اچھے اثرات پیدا کر کے انگریزی تجارت کے لیے بہت سی رعایتین حاصل کرلین،

اتفاق سے اسی زمانہ مین کچھ ایسے اسباب پیدا ہو گئے، جنھون نے مغل فرمانرواؤن کو ان کی طرف مائل کر دیا، پرتگالی قزاق بحری ایک عرصہ سے بحر ہند مین پھیلے ہوئے تھے، اور ہمیشہ ہندوستان کے ساحلون پر چھاپے مارتے رہا کرتے تھے، حکومت مغلیہ اپنے انتہائی عروج کے زمانہ مین بھی، سمندرون مین کمزور تھی، اسلیے ان قزاقون کا تدارک اسکی قدرت سے باہر تھا، اسکی وجہ سے یہان کی بحری تجارت بالکل برباد ہو رہی تھی، اور حج کی راہ بھی اتنی پرخطر ہو گئی تھی کہ صرف وہی لوگ طواف کعبہ کا ارادہ کرتے تھے جنھین راہ حج مین شہادت کی تمنا ہوتی تھی، ایسی صورت مین نوخیز انگریزی قوت کا ہندوستان کے ساحلون پر نمودار ہونا بہت بروقت تھا، جو حسن اتفاق سے پرتگال کی رقیب تھی، اس پر انھون نے ساحلی حاکمون سے اپنا اس طرح تعارف کرایا کہ (سنہ ۱۶۱۲ء کے اواخر مین) پرتگالیون کے ایک زبردست بیڑے کو اپنی مختصر سی قوت سے تاپتی کے دہانہ پر شکست فاش دے کر بھگا دیا، مغلی حاکمون پر ان کی اس فتح کا بہت اچھا اثر ہوا، انھین پرتگال کے بحری قزاقون کا قلع قمع کرنے کے لیے جس قوت کی ضرورت تھی، وہ ان مین موجود تھی، اسلیے وہ انھین ایک کارآمد قوم سمجھنے لگے، اور بندرگاہ سورت، کیمبے، گوگو، اور احمد آباد مین کوٹھیان بنانے کی اجازت دیدی،

پرتگالیون نے سنہ ۱۶۱۵ء مین اس ہارے ہوئے میدان کو پھر جیتنا چاہا، اور اپنی ساری قوتین جمع کر کے پھر اسی جگہ لڑائی کی ٹھانی، جہان شکست کھائی تھی، انگریزون مین اس مقابلہ کا بالکل دم نہ تھا، مگر قسمت نے

ان کی مدد کی، پرتگالیون نے حماقت سے دریا کے کنارے پر ریگستانی سواحل کے پرپیچ رستون مین اپنی زبردست قوت کو آوارہ کرکے برباد کر دیا، یہ دیکھ کر انگریزون کی ہمتین بڑھ گئین، اور ان کی مٹھی بھر فوج نے پرتگالیون کو ایسی شکست دی جو نومبر سنہ ۱۶۱۲ کی شکست سے بھی زیادہ فاش اور فیصلہ کن تھی، اس کے بعد بحرِ عرب مین پرتگال کی قوت روز بروز کمزور ہوتی گئی آخر ۱۶۳۲ء کی آخری شکست نے میڈرڈ کا صلح نامہ مرتب کرایا، جس مین پرتگال نے مشرق کا میدان بالکل ہار دیا، اور انگلستان کے لیے ہندوستان کی تجارت کا رستہ بہت کچھ صاف کر دیا،

کمپنی کی ترقی | پرتگالیون کو شکستین دے کر، ان کی بحری قوت کو توڑ دینے کی وجہ سے کمپنی کو مغلون کی بحری پولیس کا درجہ حاصل ہوگیا، اور اس پوزیشن نے اسے فطری چالاکیون کے باعث ہندوستان کے ساحلون کا مالک بنا دیا، پہلی ہی کوشش مین ایک اچھا بحری موقف (سورت) اس کے ہاتھ آگیا تھا، مگر یہ برابر اسی کوشش مین لگی رہی کہ تمام اچھے اچھے ساحلی اور غیر ساحلی مقامات مین اپنی کوٹھیان قائم کر دے، اور بالآخر اس مین کامیاب ہوئی، سنہ ۱۶۱۶ء مین زمورین نے اپنے پایۂ تخت کالی کٹ مین جگہ دی، سنہ ۱۶۲۰ء مین ہگلی پر کوٹھی قائم کرنے کی اجازت ملی، سنہ ۱۶۲۶ء مین مدراس سے ۰۰ میل اوپر ارگیان مین کوٹھی اور قلعہ بنانے کی منظوری ملی، ۱۶۳۴ء مین پپلی (بنگال) مین تجارتی مرکز قائم کرنے کا فرمان ملا، اور سنہ ۱۶۳۹ء مین چندرگری کے راجہ سری رنگا رائل نے فرانسس ڈے کو ترچناپلی مین قلعہ بنانے کی اجازت دی، جو سینٹ جارج کے نام سے مشہور ہے، اور جسے موجودہ شہر مدراس کا بنیادی پتھر کہنا چاہیئے، پھر سنہ ۱۶۶۱ء مین چارلس اول نے پرتگال کی شہزادی کیتھرائن برگانزا سے شادی کرکے جہیز مین بمبئی کا بہترین قدرتی بندرگاہ حاصل کیا، اور فوراً ہی ۱۰ پونڈ سالانہ (لگان) پر کمپنی کو دے دیا، اس کے بعد سنہ ۱۶۹۰ء مین جاب چرنک نے فورٹ ولیم تعمیر کیا، جو ترقی کرکے کلکتہ کا عظیم الشان شہر بنگیا،

مقبوضات کی تنظیم | اس روز افزون ترقی و کامیابی نے کمپنی کے حوصلے بہت بڑھا دیئے اور اب اس نے

تمام کوٹھیون کے ساتھ تھوڑے تھوڑے علاقے ملحق کرکے ان کو بحری استحکامات سے مستحکم کرنا شروع کر دیا، اس کو سرانجام کرکے اپنے مقبوضات مین چھوٹی چھوٹی حکومتین قائم کین، اور مدراس و بمبئی کو ان کا مرکز قرار دیا، ان مین ایک کے ماتحت مشرقی ساحل تھے اور دوسری کے ماتحت مغربی، بات یہ تھی کہ یہ مقامات دار السلطنت سے بہت دور تھے، اور حکومت کو ان کی طرف کچھ زیادہ توجہ بھی نہ تھی، اسلیے یہان کمپنی کو من مانے عمل دخل کا موقع مل گیا، مگر بنگال کے علاقہ مین اسکی گنجائش نہ تھی، کیونکہ وہان حکومت کی قوت پوری طرح مضبوط تھی، اور اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ مغلئی گورنر کے ماتحت محدود تجارت کرے،

یورپین حریف قوتین | کمپنی نے جب ہندوستان کے ساحلون پر قدم رکھا تو یہان بحری تجارت کا میدان اس کے لیے خالی نہ تھا، بہت سی یورپین قوتین اسکی حریف تھین، معاملات مین دوست دشمن تھے، کمپنی کو کامل ڈیڑھ سو برس اپنے ان حریفون سے مقابلہ کرنے پڑے، اور بالآخر وہ نہایت شدید معرکون کے بعد اپنا تفوق قائم کرنے مین کامیاب ہوگئی، یہ معرکے جن حریف رقیبون سے ہوئے ان مین ڈچ، پرتگیز اور فرنچ خاص طور پر نمایان ہین،

سترہوین صدی کے اوائل مین ڈنمارک نے مشرقی تجارت کا حصہ دار بننا چاہا، اور ۱۶۱۲ء مین ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کرکے کاروبار شروع کر دیا، مگر تھوڑے ہی دنون مین تجارت نے مذہبیت اختیار کرلی، اور ڈچ پادری تناد ملی، تنجور، بالاسورا اور سیرام پور وغیرہ مین مذہبی تبلیغ کرنے لگے، تاہم ان لوگون نے نہایت عمدہ اصولون پر تجارت کی، اور اگر مرکزی حکومت کمپنی پر قبضہ کرکے نااہل منتظم مامور نہ کرتی، تو بہت ممکن تھا کہ یہ کمپنی برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کا چراغ نہ جلنے دیتی،

دوسری حریف قوت پرتگال تھی، جو ایک صدی سے بحرِ ہند کی تجارت پر قابض تھی، لیکن اس کے مذہبی تعصب، لوٹ مار، قتل و غارت اور وحشیانہ برتاؤ نے ملک و حکومت کو اس سے متنفر کر دیا تھا، اس لیے سواحلِ ہند پر انگریزی کمپنی کے نمودار ہوتے ہی بڑے تپاک سے اس کا خیر مقدم کیا گیا، اور اس طرح

یہ آغاز ہی مین اپنے ایک زبردست حریف کو دبا لینے مین کامیاب ہوگئی،

لیکن انگریزی تفوق کے سب سے زیادہ حریف فرانسیسی ثابت ہوئے، پہلے پہل ۱۶۶۸ء مین فرنچ ایسٹ انڈیا کمپنی نے سورت اور گول کنڈہ مین کوٹھیان بنائین، پھر ۱۶۷۳ء مین پانڈے چری کو خرید کر وہان قلعہ اور کوٹھی تعمیر کی، انگریزون کی طرح ان کا مطمح نظر بھی یہی تھا کہ ہندوستان کی بحری تجارت پر قبضہ کرین، اور بحر ہند مین کسی ایسی قوت کو نہ رہنے دین جو کسی وقت ہمارے تفوق کو چیلنج دے سکے، یہان دونون مین یہ خیال تھے کہ وہان دونون کے درمیان ایک طویل جنگ جاری ہوگئی، جس کے بہانے تو بہت تھے، مگر اصل مقصد وہی بحری و بری تفوق تھا، اس وقت فرانس کی استعماری پوزیشن ہر جگہ بہت بڑھی ہوئی تھی، جسے دیکھ کر ولیم آرنج کو رشک پیدا ہوا، اور اس نے فرانس کی استعماری کامیابیون کو روکنے کے لیے دول یورپ سے ساز باز کیے، جس کا نتیجہ جنگ صد سالہ (۱۶۸۹ تا ۱۷۸۳) تھا، یہ عداوت ہندوستان کے انگریز اور فرنچ تاجرون مین بھی منتقل ہوئی، وہ ایک دوسرے کے خلاف کوششین اور سازشین کرنے لگے، مگر ۱۷۴۴ء تک دونون کے درمیان کوئی اہم تصادم نہین ہوا، حالانکہ یورپ مین ایک دو جنگین (ہشت سالہ ۱۶۸۹ء تا ۱۶۹۷ء اور یازدہ سالہ: ۱۷۰۲ء تا ۱۷۱۳ء) ہو چکی تھین، اور تیسری کی طیاری تھی، آخر یہان بھی دلون کے غبار نکلے، کرناٹک کے مسئلے نے دونون آتشگیر مادون کو ٹکرا دیا، اور ۲۰ برس کے لیے جنوبی ہند کو آتش زار بنا دیا، کرناٹک کی پہلی جنگ ۱۷۴۶ء مین شروع ہوئی، (یہ وہ زمانہ تھا جب یورپ کے میدان مین انگلستان، آسٹریا کی حمایت مین لڑ رہا تھا) اور ٹھیک اس زمانہ مین ختم ہوئی جب یورپ مین ایکس لاشپل کی صلح (۱۷۴۸ء) ہوئی،

اس لڑائی مین فوجی تصادم کے لحاظ سے اگرچہ فرانسیسی کامیاب اور انگریز ناکام تھے، مگر نتائج کے اعتبار سے غالب و مغلوب دونون برابر تھے، فرانسیسیون کی کامیابی کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ان کا قائد اعظم، ڈوپلے ایک مدبر جنرل تھا، اور اس نے ہندوستانی سپاہیون کو فرنچ طریقہ پر تربیت دے کر اپنی قوت بہت بڑھا لی تھی، دوسری جنگ ۱۷۴۹ء مین شروع ہوئی، اب کے انگریزون کے پاس کلائیو جیسا پیدائشی جنرل

تھا، اور فرنچ گورنمنٹ نے ڈوپلے کی راہ مین انتہائی مشکلات پیدا کر کے اسے بالکل نہتا کر دیا تھا، اس لیے انگریز غالب اور فرانسیسی مغلوب تھے، انھون نے ترچناپلی مین ہتیار ڈالدیئے، (۱۷۵۴ء) لیکن فرنچ گورنمنٹ کی آنکھین اس کے بعد بھی نہ کھلین، اس نے ۱۷۵۴ء مین ڈوپلے کو واپس بلالیا، اور اسکی جگہ ایک ایسا نا اہل گورنر بھیجا، جس مین نہ حالات کو سمجھنے کی صلاحیت تھی، نہ قوتِ عمل، اس کا نقطۂ نظر بالکل تاجرانہ تھا، اور وہ اس اصول سے قطعاً بے خبر تھا کہ ایک ایسی قوم کے مقابلہ مین جو تلوار سے اپنا تجارتی تفوق قائم کرنا چاہتی ہو، صرف تلوار ہی سے اپنی تجارت کو قائم رکھا جا سکتا ہے، اس کے بنئے پن اور فرنچ گورنمنٹ کی کمزور پالیسی نے فوراً اپنا اثر دکھایا، ڈوپلے کے جاتے ہی ساندرس کی گورنمنٹ نے اعلان جنگ کر دیا، کرناٹک کی تیسری جنگ بھی اپنے فیصلہ کن نتائج کے ساتھ شروع ہوگئی (جنوری ۱۷۶۰ء) اور سر آئر کوٹ نے وانڈی واش پر فرنچ قوت کو بالکل توڑ دیا، پھر ۱۷۶۱ء مین ایر کوٹ کے آگے فرنچ انڈیا کا دار الحکومت (پانڈے چری) بھی تسلیم کر دیا گیا، اور آخر ۱۷۶۳ء کی صلح پیرس پر کرناٹک کی جنگ مع ڈوپلے، بسی، اور لالی کی پریشان خوابیون کے ختم ہوگئی،

اب ہندوستان انگریزون کے تمام یورپین حریفون سے خالی تھا،

کمپنی کا مقصد

لیکن باوجود ان فوجی کاروائیون کے نہ صرف سترھوین بلکہ اٹھارھوین صدی کے اوائل تک انگریزون کو ہندوستان پر حکومت کرنے کا خیال نہ تھا، اور نہ مغلون کی عظیم الشان قوت کی موجودگی مین انھین اپنے چند جنگی جہازون پر آنا غرہ ہو سکتا تھا، ایک صدی تک ان کا مقصد محض تاجرانہ تھا، اور ان کی ساری کوششین اسی مقصد کی کامیابی مین مرکوز تھین، وہ اس سے زیادہ کچھ اور نہ چاہتے تھے کہ بحر ہند سے تمام یورپین رقیبون کو نکال کر ہندوستان کی تجارت کو اپنے لیے مخصوص کر لین،

لیکن پھر سوال یہ ہے کہ یہ تجارتی مقصد حکومت اور ملک گیری کی صورت مین کیسے بدل گیا؟ یہ مسئلہ ہندوستان کی تاریخ کا ایک دلچسپ باب ہے، مگر یہان اتنی گنجائش نہین ہے کہ اس پر تفصیلی

بحث کیجائے، یہ گفتگو ایک مستقل صحبت چاہتی ہے، یہان قارئینِ کرام کے لیے اتنا اشارہ کافی ہے کہ یہ مطمحِ نظر انگریزون کا اپنا نہ تھا، بلکہ ایک فرنچ مدبر سپاہی کا تھا، جس نے متخیلۂ دماغ مین فرنچ امپائر کا قصر تعمیر کرنے کا منصوبہ باندھا تھا، انھون نے یہ عظیم الشان سلطنت اسی کے نظامِ عمل کو دلیلِ راہ بنا کر حاصل کی ہے،

دولت مغلیہ کا تنزل

۱۷۰۷ء مین، اورنگ زیب کی آنکھ بند ہوتے ہی دولت مغلیہ جسم بے جان ہو گئی، اورنگ زیب نے اس پورے ملک کو ایک علم کے نیچے لانے کے لیے جو زبردست کام شروع کیا تھا، موت نے اس کے سرانجام سے پہلے ہی مستقبل کے آگے اسکو سر جھکانے پر مجبور کر دیا، اس کے بعد اس کے جانشینون مین ایک بھی ایسا نہ ہوا، جو مزید فتوحات نہ سہی، کم از کم اپنی حاصل منزلت ہی کو قائم رکھ سکتا، آخر اصل کارفرما قوت کے روز افزون ضعف سے سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا، نئی نئی قوتین ابھرنے لگین، سارا ملک خود مختاری و لامرکزیت کے جراثیم سے ماؤف ہو گیا، شاہی دربار کی بدعنوانیون سے صوبہ دارون کو خود مختاریون کے اعلان پر مجبور ہو جانا پڑا، دکن مین نظام الملک آصف جاہ نے، اودھ مین سعادت علی خان برہان الملک نے، اور بنگال مین جعفر خان مرشد قلی نے اپنی اپنی آزاد حکومتین قائم کین، مرہٹون کی نوخیز منچلی قوت جس کو پوری طرح کچلنے سے پہلے اورنگ زیب کا انتقال ہو گیا تھا، پھر ابھری، اور اس شد و مد سے ابھری کہ سارے ملک مین پھیل گئی، اور اگر پانی پت کے میدان مین احمد شاہ ابدالی سے ٹکرا کر پاش پاش نہ ہو جاتی تو شاید آج سارا ہندوستان اسی کی روندن مین ہوتا، پنجاب مین سکھون کی جوان قوت نے غیر معمولی جنگی روح کے ساتھ جنم لیا، اور بدامنی کا ایک مستقل سلسلہ قائم کر دیا، غرض ایک طرف سارا ہندوستان خود مختاریون، اور نئی نئی قوتون کے باہمی تصادم سے پامال ہو رہا تھا، اور دوسری طرف دہلی شاہجہانی تخت پر ایسے کمزور و آرام طلب بادشاہ متمکن تھے جو بادشاہ گر جنرلون، خود غرض وزیرون، نمکحرام درباریون اور محلسرا کی عورتون کے ہاتھون مین کٹھ پتلی کی طرح حرکت کرتے تھے،

تجارت سے ملک گیری

ان حالات مین ایک امنگون بھری نوخیز قوت کے لیے کسی زرخیز ملک کو فتح کرنے کا

خیال ایک فطری بات ہے، فرنچ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائرکٹر جنرل، ڈوپلے نے اس موقع سے بہترین فائدہ اٹھانے کے لیے ہندوستان کی حریف قوتون کو "تفریق و حکومت" کے اصول پر باہم ٹکرانے اور حکومت کرنے کی اسکیم طیار کی، اس نے ایک حکومت کے دو دعوے دارون مین سے کمزور کا ساتھ دینے اور اس کو برائے نام تخت پر بٹھا کر عملاً خود حکومت کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا، اور اس مین خاصا کامیاب رہا، لیکن انگریزون کا ستارہ عروج پر تھا، فرنچ گورنمنٹ نے اپنے لیے یورپ کے میدان کو زیادہ مفید سمجھا اور ڈوپلے کو واپس بلا لیا، مگر انگریزون نے تجویز کے اس نقشہ پر پورا پورا عمل کیا، اور اسی مین اپنی تمام قوتین مرکوز کر دین، جسکا نتیجہ صرف یہی نہین ہوا کہ فرنچ قوت کا ہندوستان سے کلیۃً استیصال ہو گیا، بلکہ اسکی وجہ سے انگریز قوم سارے یورپ کے علی الرغم ایک شاندار مستقبل کے حاصل کرنے مین کامیاب ہو گئی،

غاصبانہ فتوحات

کمپنی نے اس سلسلہ مین پہلا ہاتھ بنگال پر مارا، جو اسکی تمناؤن کا دیرینہ کاشانہ تھا، اور ۱۷۵۷ء مین سراج الدولہ کو آخری شکست دے کر بنگال، بہار، اور اڑیسہ کو ٹھیکہ پر دینے لگی پھر ۱۷۶۵ء مین شاہ عالم ثانی سے "دیوانی" کی سند لیکر نوابی کا برائے نام سلسلہ بھی ختم کر دیا، ۱۷۷۵ء مین نواب آصف الدولہ سے بنارس کا علاقہ لے کر راجہ جیت سنگھ کو آئے دن کے گرانقدر مطالبون سے تنگ کر دیا، اور جب اس نے انکی ادائی سے معذوری ظاہر کی تو معزول کر کے قید کر دیا، میسور کی زبردست قوت، جو یکے بعد دیگرے حیدر علی اور ٹیپو سلطان کی قیادت مین کمپنی کے لیے ایک زبردست خطرہ تھی، ۱۷۹۹ء مین ٹیپو کی جان کے ساتھ ختم ہو گئی، سعادت علی خان شجاع الدولہ کو طرح طرح سے مجبور کیا کہ وہ اپنے ملک کا پورا انتظام کمپنی کے حوالہ کر دے، یا کم از کم اس کا نصف حصہ ہی انگریزی کنٹن جنٹ کے اخراجات کے لیے دیدے، اور آخر زبردستی اسی دوسری بات کو منوا کر ۱۸۰۱ء مین علاقۂ دوآبہ پر قبضہ کر لیا، کرناٹک کے نواب محمد علی کے مرتے ہی اسکی ریاست پر قبضہ جما لیا، اور جب اس کا بھائی اپنے حق سے دست بردار ہونے پر طیار نہ ہوا تو ایک دوسرے دعویدار کو کھڑا کر کے اسے پنشن لیکر چپ ہو رہنے پر مجبور کر دیا، فرخ آباد کا نابالغ نواب بلوغ کو پہنچنے والا ہی تھا

کر زبردستی اسکی پنشن کرکے ریاست کو اپنے انتظام مین لے لیا، ۱۸۱۸ء مین مرہٹون کی طوفانی قوت بھی غبار
ہوگئی، پیشوا، بھونسلا کے وسیع علاقے بمبئی اور صوبہ متوسط کے ساتھ ملحق ہوگئے، سندھیا، ہلکر، گیکواڑ
نے برطانی اطاعت قبول کرلی، اس کے بعد ۱۸۴۹ء مین پنجاب بھی قبضہ مین آگیا، اور پھر ۱۸۵۶ء مین وہ آخری
کانٹا بھی نکل گیا جو اگرچہ ہندوستان پر انگریزی تسلط کی تکمیل مین کچھ بھی حارج نہ تھا مگر تاہم سنگِ راہ
تھا، اور اس لیے وجہِ خلش تھا،

الفاروق

علامہ شبلیؒ

حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طرزِ حکومت، اگرچہ مسخ شدہ صورت مین معمولی کاغذ پر
اس گران پایہ کتاب کے بیسیون اڈیشن فروخت ہو رہے ہین، مگر اہل نظر کو ہمیشہ اس کے
اعلیٰ اڈیشن کی تلاش تھی، مطبع معارف نے نہایت اہتمام وسعی بلیغ سے اس کا نیا اڈیشن
تیار کرایا ہے، جو حرف بحرف نامی پریس کانپور کی نقل ہے، نہایت عمدہ کتابت، اعلیٰ چھپائی،
عمدہ کاغذ دنیائے اسلام کا رنگین نفیس نقشہ، مطلا ٹائٹل، ضخامت ۳۱۲ صفحے، قیمت للعہ

المامونؒ

علامہ شبلیؒ

خلیفہ مامون الرشید کے عہدِ سلطنت کے حالات، اب تک اس کے بازاری نسخے عام طریقے
سے فروخت ہوتے تھے، اب مطبع معارف نے خاص اہتمام سے طبع کراکے شائع کیا ہے، کاغذ اور
لکھائی چھپائی بہترین ہے، ضخامت ۲۲۴ صفحے قیمت ۲ و عہ

"منیجر"

سوشیالسٹ حکومت

از

مولانا عبدالسلام صاحب ندوی،

(۳)

سوشیالزم اگر سوشیالسٹ گروہ کی خواہشون کے مطابق کامیاب ہوگئی، تو ایک ایسی جمہوری حکومت
قائم ہوجائے گی، جس سے بہتر جمہوریت کا تخیل قائم نہین کیا جاسکتا، لیکن اس حالت مین اصلی سوال یہ ہے
کہ سوشیالزم کے اصول مساوات اور اصول جمہوریت مین باہم توافق و اتحاد ہوسکتا ہے یا نہین؟

فلسفۂ طبیعی کا یہ ایک متداول مسئلہ ہے کہ جب ماحول مین تدریج مستمراً تغیر پیدا ہوتا ہے، تو اس سے
انسانی، حیوانی اور نباتاتی زندگی مین بھی تغیر پیدا ہوجاتا ہے، ماحول کا ایک فوری اور کلی تغیر تو بے شبہہ ہلاکت
و بربادی کا سبب ہوتا ہے، لیکن استمراری طور پر خفیف تدریجی تغیرات سے ترقی و نشو و نما ہوتی ہے،

فطرت کا یہ ایک ابدی قانون ہے اور وہ صرف محسوسات ہی پر نافذ نہین ہے، بلکہ اجتماعی زندگی
پر بھی حاوی ہے، اسلیے فتوحات و محاربات سے اجتماعی زندگی مین جو فوری اور کلی تغیر پیدا ہوجاتا ہے،
وہ جس طرح تمدن و تہذیب کو تباہ و برباد کر دیتا ہے، اسی طرح ایک مستمر اور تدریجی تغیر جو مختلف اسباب
کا نتیجہ ہوتا ہے تمدن و تہذیب مین ایک ایسا معتدل لطیف اور لچکدار تغیر پیدا کرتا رہتا ہے، جس سے انسان
نہایت آہستہ آہستہ اس جدید تمدن کے لیے اپنے آپ کو موزون بنالیتا ہے، آج تک دنیائے قدیم اور دنیائے
جدید مین اسی اصول کے مطابق، غیر محسوس طور پر تدریجی تعلق پیدا ہوا ہے لیکن اس زمانے مین علمی اختراعات اور
صنعتی تغیرات نے موجودہ فضا مین ایک ایسا غیر معمولی کلی اور فوری تغیر پیدا کر دیا ہے، جسکی نظیر سے دنیا

کی تاریخ خالی ہے، کیونکہ یہ تمدنی فضا اس قدر جلد بدل گئی ہے کہ انسان کو اسقدر کافی وقت نہین مل سکا ہے
جس مین وہ اپنے آپ کو اس کے لیے موزون بنا سکے، اس لیے ایک فوری اور کلّی تغیر و انقلاب کی مہلک
صورت پیدا ہوگئی ہے، اسلیے جو قدیم تمدنی اصول، دنیائے جدید کے نوپیدا تمدنی اصول کے ساتھ تدریجاً توافق
و اتحاد پیدا کرلیتے تھے، اب باہم مناقض اور حریف نظر آتے ہین، اور دنیائے جدید دنیاے قدیم سے بالکل الگ
اور بے میل ہوگئی ہے، لیکن بہرحال اتنا یقینی طور پر معلوم ہے کہ اجتماعی زندگی کوئی مصنوعی چیز نہین ہے
بلکہ اس کو بھی اسی قانون نے پیدا کیا ہے، جو انسانی، حیوانی اور نباتاتی زندگی کو عالمِ وجود مین لایا ہے، اور وہی
قانون اپنی ہلاکت آفرین صورت مین اس کو تباہ و برباد بھی کرسکتا ہے، لیکن شورشِ فرانس کے زمانے تک
علوم جدیدہ نے بہت کم ترقی کی تھی، اسلیے اس شورش کے بانیون نے فلاسفہ کے خواب و خیال کو حقیقت
سمجھ کر "اصولِ انسانیت" کی تائید کی، اور بڑی بڑی عمارتون پر حریت، مساوات اور اخوت کے دلفریب الفاظ
کندہ کیے، یہ اصول قائم کرلیے کہ "انسان کی فطری حالت یہی تھی" اور "انسان کی فطری اصلاح کا یہی طریقہ
ہے" تمدن نے بے شبہہ اس فطری حالت کو بدل دیا ہے، لیکن خود اس ظالمانہ اور غیر مساویانہ تمدن کو
بدلا جاسکتا ہے، گویا ان کے نزدیک تمدن ایک مصنوعی چیز تھا، جسمین قانونی و سیاسی حیثیت سے تغیر و
انقلاب پیدا کیا جاسکتا تھا، لیکن مسئلۂ ارتقا نے ان کے ان مساویانہ نظریات و خیالات کو دفعۃً متزلزل
کردیا، کیونکہ اس مسئلہ سے نہایت واضح طور پر یہ ثابت ہوگیا کہ دنیا مین ایک دائمی جنگ قائم ہے، جو
ضعیفون کو ہمیشہ تباہ و برباد کرتی رہتی ہے، اور گو یہ ایک نہایت ظالمانہ اور خونریز جنگ ہے، لیکن اسی سے
دنیوی ترقی وابستہ ہے، اور اگر اس کا وجود نہ ہوتا تو انسان دورِ وحشت سے نکلکر تمدنی مرغزارون مین
گلگشت کرتا ہوا نظر نہ آتا،

اس فطری جنگ کی بناپر قوانینِ فطرت سے زیادہ کوئی چیز شخصیت پسند نہین، اسلیے ایک شخص
نے کس قدر سچ کہا ہے کہ:-

جس طرح انتخاب، انواع کا اصول ہے، اُسی طرح شخصیت اجتماع انسانی کا قانون ہے۔

لیکن یہ خونریز علمی نظریہ جمہوری اصول محبت و اخوت کے دلفریب خواب سے، بالکل مختلف ہے، اور
ان دونون مین بظاہر کسی طرح توافق و اتحاد نہین پیدا ہوسکتا، لیکن بااین ہمہ یہ تناقض و تضاد صرف نظری
حیثیت رکھتا ہے، عملی طور پر اگر جمہوریت کی صحیح تعریف کردیجاے تو ان دونون مین کوئی اختلاف باقی نہین رہتا
کیونکہ مسئلۂ ارتقا کے موافق جمہوریت بھی شخصیت پسند واقع ہوئی ہے، یعنی وہ انسان کے بہترین اوصاف
کا جنمین حسب و نسب کا ظاہری شرف بھی شامل ہے، انتخاب کرتی ہے، اس لیے وہ بھی قدیم شخصی حکومتون
کی طرح انسانون کے منتخب برگزیدہ، اور طاقتور گروہ کو ترجیح دے کر قانونِ فطرت کے ساتھ توافق و اتحاد
پیدا کرلیتی ہے، لیکن اس حقیقت کے واضح کرنے کے لیے ہم کو جمہوریت کی لفظی تعریف کو چھوڑ کر اسکی روح
سے بحث کرنی چاہیے، اور موسیو (بورجیہ) نے اس روح کی تشریح ان الفاظ مین کی ہے،

"شخصیت اکابر کی ایک مختصر سی جماعت کو نمایان کرتی ہے، اور جمہوریت جمہور کی تہذیب و تربیت
کرتی ہے، اور ان کی زندگی کو ترقی دیتی ہے، اسلیے شخصیت خواص کی ایک جماعت کو
جو ہزارون فرمانبردار لوگون کا خلاصہ ہوتی ہے، پیدا کرتی ہے، اور جمہوریت ایک ایسے اجتماع
عام کو عالمِ وجود مین لاتی ہے، جس مین علمی، اور عمل کی پیدا کردہ نعمت انسانون کی ایک بہت
بڑی تعداد پر تقسیم ہوجاتی ہے،"

اس بناپر علمی اور نظری حیثیت سے جمہوریت اصولاً حقوق و آزادی مین کامل مساوات پیدا کرتی ہے
لیکن اس مساوات سے طاقتور لوگون کے سوا دوسرا کون متمتع ہوسکتا ہے؟ اُن لوگون کے سوا جو لوگ موروثی
قابلیت رکھتے ہین، اور تربیت اور دولت نے جنکی اس قابلیت کو ترقی دی ہے ان کے سوا ان حقوق کا
حق دار کون ہوسکتا ہے؟ بلکہ جمہوری حکومت مین ان لوگون کے انتخاب کی شخصی حکومت سے بھی زیادہ
گنجائش نکل آتی ہے، اسلیے اجتماعی زندگی مین جمہوریت اور ہر قسم کے طرزِ حکومت سے زیادہ ناہمواری پیدا

کرتی ہے، شخصی حکومت تو صرف یہ کرتی تھی کہ جو محدود ناہمواری پہلے سے موجود تھی اسکو قائم رکھتی تھی، لیکن جمہوریت ایک غیر محدود ناہمواری پیدا کرکے صرف منتخب برگزیدہ اور طاقتور لوگون کو فائدہ پہنچاتی ہے کیونکہ قدیم زمانے کی شخصیت جس طرح مخصوص موروثی اوصاف کی بناپر انسانون کے مختلف مدارج اور مختلف طبقات قائم کردیتی تھی، بعینہ اسی طرح جمہوریت بھی اسی قسم کے مدارج اور طبقات قائم کردیتی ہے، چنانچہ موسیو (تارو) فرماتے ہین،

"ہمارے نظام جمہوریت کی طرح ہر جمہوری نظام مین مستقل دستمرّ مدارج، یا نو پیدا مراتب یقینی طور پر پائے جاتے ہین اور اب جو چیز قدیم حسب کی قائم مقام ہوگئی ہے، اس سے واقف ہونا دشوار نہین ہے کیونکہ یہ چیز ان دفتری مراتب کا سلسلہ ہے جو اپنے مختلف مدارج کے لحاظ سے نہایت پیچدار ہوگیا ہے، اور وہ جنگی سلسلہ بھی اسی کی ایک کڑی ہے جسکو موجودہ زمانے مین یورپ کی حکومتون نے مجبوراً عام فوجی نظام کے قالب مین ڈھال لیا ہے، پادریون، امیرون، رہبانون، شریفون، گرجون، اور قدیم یادگار عمارتون کو اپنے درجون سے صرف اسلیے گرایا گیا ہے کہ اخبارون کے اوڈیٹر، سرمایہ دار، ارباب فن، مدبرینِ سیاست، بھٹیہ، بنک، شراب خانے، اور فوجی چھاؤنیان اور اسی قسم کی دوسری شاندار عمارتین جو ان دارالسلطنتون مین قائم ہین جو شہرت کا مرکز ہین انکے زوال سے فائدہ اٹھائین، کیا شہرت اور شرف ان بلند مراتب کے سلسلے سے الگ ہین جسپر جمہور قابض ہین؟ اسی بناپر ہم یہ کہتے ہین کہ جمہوری انقلاب شاندار شخصیت کے شرف یعنی جگمگاتے ہوئے تخت و کرسی کی عزت کو کم نہین کرتا بلکہ اونکی عظمت کو اور بڑھاتا ہے"۔

ان تصریحات کی بناپر یہ تسلیم کرنا پڑیگا، کہ جمہوریت اور شخصیت دونون یکسان طور پر انسانی گروہ کو مختلف مدارج و طبقات مین تقسیم کرتے ہین، البتہ ان دونون مین صرف یہ فرق ہے کہ جمہوری نظام مین ہر شخص اپنے آپ کو کسی طبقہ کی طرف منسوب کرسکتا ہے، لیکن جب تک موروثی قابلیتین اس کو ان لوگون

سے ممتاز نہ کرسکین، جو ان قابلیتون سے محروم ہین، وہ کسی ممتاز طبقے مین کیونکر شامل ہوسکتا ہے؟ اب لامحالہ یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جمہوری نظام بھی منتخب اشخاص کا خیر مقدم کرتا ہے، اس لیے اس سے صرف منتخب گروہ مسرت اندوز ہوسکتا ہے،

شخصیت اور جمہوریت کے ان یکسان اور ہموار نتائج کے ساتھ جمہوریت کی حقیقت دوسرے خطرات سے بھی گھری ہوئی ہے جن مین

۱- پہلا خطرہ یہ ہے کہ جمہوری نظامِ حکومت نہایت قیمتی گران اور کثیر المصارف ہے، چنانچہ (لیون سی) کہتا ہے کہ عنقریب نظامِ جمہوریت ہر نظام حکومت سے گران قیمت ہوجائیگا، اور ایک اخبار نے حسب ذیل الفاظ مین نہایت خوبی سے اسکی تفصیل کی ہے،

شخصی حکومت کی فضول خرچی، اور بادشاہ کے مشیر کارون پر جو اس کو فضول خرچی پر اسلیے آمادہ کرتے تھے کہ وہ ان پر دولت اور وظائف کی بارش کرتا رہے، رائے عام بالکل صحیح طور پر غضبناک ہوتی تھی، لیکن جب سے خود قوم بادشاہ ہوگئی ہے، کیا یہ مشیر کار فنا ہوگئے ہین، ؟ کیا اُن پریسیڈنٹون کی خواہش کے مطابق جنسے کوئی بازپرس نہین کیجاسکتی ان مشیر کارون کی تعداد مین اضافہ نہین ہوگیا ہے؟ تاریخی محل فرساے مین جہین بادشاہ کے تمام زرین مشیر کار سماجاتے تھے بے شبہہ یہ مشیر کار باقی نہین رہے، لیکن اب ہمارے شہرون، ہمارے دیہاتون، ہمارے ضلعون، اور ان تمام مقامات مین جہان انتخاب عام کو خود تھوڑا بہت حاکمانہ اقتدار حاصل ہے، اور وہ دوسرون کو تھوڑا بہت اقتدار عطا کرسکتا ہے، ان مشیر کارون کی تعداد بڑھ رہی ہے، اس اقتدار کو جہان کہین محتاج کردینے والی فیاضی کی بشارت ملتی ہے، یا وہ زائد از ضرورت ملازمت کے ایجاد کرنے اور غیر مفید کام اور پبلک ملازمون کے دست دینے کا موقع پاتا ہے، اپنے ساتھ ان مشیر کارون کو بھی لے چلتا ہے،

ان مشیر کارون کا اصطلاحی نام جمہوری نظامِ حکومت مین ووٹر رکھا گیا ہے، اور ان ووٹرون کے مطالب و مقاصد اگرچہ بعض حالتون مین نہایت غیر معتدل ہوتے ہین، لیکن انتخابات کے ایک امیدوار کو مجبوراً ان کا احترام کرنا پڑتا ہے، اور گو بااوقات اس کے انتخاب کرنے والے شراب فروش، چھوٹے چھوٹے سوداگر، اور ضعیف العقل لوگ ہوتے ہین لیکن اسکو ان کے سامنے سر جھکانا پڑتا ہے، اسیلیے اگر انتخاب کرنے والا ایک امر محال کی بھی خواہش کرتا ہے، تو وہ اس کے پورا کرنے کا وعدہ کرلیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہم قبل از وقت اصلاحات کی تائید کر دیتے ہین، اور اس کے نتائج سے بالکل آنکھ بند کر لیتے ہین، کیونکہ جو پارٹی جمہوری حکومت کے اختیارات پر قبضہ کرنا چاہتی ہے، وہ یہ جانتی ہے کہ جب تک وہ اپنی حریف پارٹیون سے زیادہ وعدے نہ کریگی اس کو کامیابی حاصل نہ ہو سکے گی،

۲- جمہوری نظامِ حکومت مین عوام کی مداخلت، کا صرف یہی نتیجہ نہین ہوتا کہ مصارف مین غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے بلکہ اس نظامِ حکومت مین جو اجتماعی دشواری بھی پیش آجاتی ہے، عوام کے نزدیک قانون پاس کر دینے سے ان کا ازالہ ہو سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ پارلیمنٹون مین نہایت کثرت سے قوانین وضع کئے جاتے ہین، اور مختلف نظام بنائے جاتے ہین، لیکن ان کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہین ہوتا کہ افراد کی آزادی پہلے سے زیادہ شکنجے مین جکڑ جاتی ہے، اور اس دشواری مین اور بھی شدت پیدا ہو جاتی ہے، چنانچہ اقتصادی عالم موسیو لوزاتی لکھتے ہین کہ:-

"حکومت جو نظام قائم کرتی ہے وہ نہ ہماری بدبخت فطرت مین کوئی تغیر پیدا کرتا، نہ ہم مین وہ فضائل پیدا کرتا جن کی ہم کو ضرورت ہے، نہ مزدوری مین اضافہ کرتا کہ دولت مین اضافہ ہو اور روپیہ پس انداز کیا جا سکے، اور یہ سب کچھ اسیلیے ہوتا ہے کہ ہم عام قومی اقتصادی قوانین کے آگے سر جھکا دیتے ہین جو نہایت سخت ہوتے ہین،

۳- جمہوری نظامِ حکومت مین وزارتین بھی جلد جلد بدلتی رہتی ہین جس سے بہت سے نقصانات

پیدا ہوتے ہین، البتہ ان نقصانات کی تلافی اس طرح ہو جاتی ہے کہ یہ تبدیلی حقیقی اقتدار کو متعدد دفترون مین محدود رکھتی ہے جو ایک وزیر کی نگرانی مین ہوتے ہین، لیکن اس تبدیلی سے اسکو اتنا وقت نہین ملتا کہ وہ قدیم نظام اور قدیم طریقون کو جو ان دفترون کی طاقت کا اصلی ذریعہ ہوتے ہین بالکل بدل دئے اس لیے اس تغیر سے نظامِ حکومت مین کوئی مضر تغیر نہین پیدا ہونے پاتا، اس کے ساتھ ہر وزیر کو کام کرنے کا وقت چونکہ کم ملتا ہے، اسیلیے اوسکی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس مختصر سے زمانے مین وہ اپنی کوئی عمدہ یادگار چھوڑ جائے، اسیلیے وہ بہت سے شریفانہ مطالبات کو نہایت فراخدلی کے ساتھ قبول کر لیتا ہے، اس تبدیلی سے شورشین بھی بہت کم پیدا ہوتی ہین، اور اس سے قوم کو بہت فائدہ پہنچتا ہے،

۴- جمہوری نظامِ حکومت کا سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ وہ نہایت معمولی سمجھ کے لوگون کو اربابِ حل وعقد کے زمرے مین شامل کر دیتا ہے، جنہین صرف یہ قابلیت ہوتی ہے کہ بغیر غور و فکر کے ہر موضوع پر تقریر کرنے کے لیے تیار رہتے ہین اور کثرتِ دلائل سے اپنے حریفون کو خاموش کر دیتے ہین، اسیلیے عالی دماغ لوگون کو جو بولنے سے پہلے غور و فکر کے عادی ہوتے ہین، نیابتی حکومتون مین کوئی جگہ نہین مل سکتی، اور پاسکال اور نیوٹن جیسے دماغ رکھنے والے لوگ بھی مردود و ناکارہ ان سے الگ کر دیے جاتے ہین اس پرگوئی کے علاوہ ان معمولی اشخاص کے نفوذ و اثر کی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ جمہوری حکومتون مین تفوق و امتیاز کو نہایت ناگواری کے ساتھ دیکھا جاتا ہے، اسیلیے جو لوگ قوم کی نمائندگی کرتے ہین وہ قوم مین صرف اسطرح بار سوخ ہو سکتے ہین کہ وہ قومی خواہشون اور ضرورتون کی تائید و توصیف مین اپنی پرگوئی سے کام لین، اور قوم سے غیر ضروری وعدے کرین اور چونکہ انسان فطرةً اپنے ہی درجہ کے لوگون سے انس و محبت رکھتا ہے، اسیلیے جمہوری حکومتون مین اس قسم کے معمولی لوگون کو نہایت آسانی کے ساتھ بار مل جاتا ہے، چنانچہ ایک سیاسی اور نیابتی اخبار لکھتا ہے، کہ:-

"جماعت پست دماغ لوگون کو عالی دماغ لوگون پر ترجیح دیتی ہے، اور خاموشی کے ساتھ

غور و فکر کرنے والون سے زیادہ شور کرنے والون اور بہت بولنے والون کی طرف مائل ہوتی ہے، جسکی وجہ وہ یہ بیان کرتی ہے کہ یہ خاموش غور و فکر کرنے والے اپنی رائے اور انتخاب کا اظہار مشکل سے کرتے ہین، اس طرح جو معاملات پیش کئے جاتے ہین، جو احکام نافذ ہوتے ہین، جن کامون کے کرنے کا ارادہ کیا جاتا ہے، جن اشخاص کی حمایت مین آواز بلند کیجاتی ہے اور جو اسباب ان لوگون کو مدد دیتے ہین، ان سب کی سطح نہایت پست ہوجاتی ہے اور ہم اس کو اپنی آنکھون سے دیکھتے ہین،

د۔ جمہوری نظام حکومت کی ایک اور نمایان خصوصیت رشوت خواری ہے، جسکا رواج امریکہ مین اس قدر زیادہ ہوگیا ہے کہ ہر قسم کا عہدہ، ہر قسم کا ووٹ، اور ہر قسم کا تفوق و امتیاز روپیہ کے ذریعہ سے خریدا جاسکتا ہے، چنانچہ مجلہ عصریہ کے ایک مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ ولایات متحدہ مین صدر جمہوریہ کے انتخاب پر ... ۵ملین صرف کیا جاتا ہے، اور یہ رقم وہان کے دولتمند لوگ ادا کرتے ہین، اور جو پارٹی انتخاب مین کامیاب ہوجاتی ہے اس کو اس سے زیادہ رقم حاصل ہوجاتی ہے، جتنی اس نے اپنی انتخابی جد و جہد مین صرف کی ہے، کیونکہ یہ کامیاب پارٹی سب سے پہلے قدیم عہدہ دارون کو علیحدہ کردیتی ہے تاکہ یہ عہدے اسکی جگہ جدید پارٹی کے ممبرون کو حاصل ہوسکین، پارٹیون کے لیڈر اس سے بھی زیادہ حریص ہوتے ہین، اور انتخابات مین ان کے سامنے بڑی بڑی رقمین پیش کیجاتی ہین، اگرچہ یورپ بھی امریکہ ہی کی طرح مال و دولت کا حریص ہے، لیکن ابھی یورپ مین اس علانیہ رشوت ستانی کا رواج نہین ہوا ہے، کیونکہ یورپ مین قدیم رسم و رواج کی بنا پر ابھی تک اہل ثروت نہایت حقیر نگاہون سے دیکھے جاتے ہین اور ان کو خوش قسمت ڈاکو کا لقب دیا جاتا ہے، اسلیے وہ علماء، ارباب فن، اور افسران جنگ کے برابر نہین خیال کئے جاتے، اور جب اُن کو مالی تفوق و امتیاز کی بنا پر کامیابیان ہوجاتی ہین، تو ان کو رشک و حسد کی نگاہون سے دیکھا جاتا ہے، لیکن امریکہ مین انسان کی اجتماعی قدر و قیمت کا معیار صرف روپیہ ہے

اور وہان اسی کے ذریعہ سے انسانون کے مختلف مدارج قائم کیے جاتے ہین، اسلیے یورپ مین عقلی و دماغی تفوق نے جو انسانی طبقے قائم کردیے ہین، ان کا امریکہ مین وجود نہین ہے، صرف تجارت اور صنعت و حرفت کی گرم بازاری ہے، اور ایک جج کی وقعت ایک معمولی تاجر سے زیادہ نہین ہے، بلکہ سرکاری عہدون کی قدر و قیمت کا اندازہ صرف تنخواہ اور مالی فوائد سے لگایا جاتا ہے، اور سیاست و پالیٹکس کو ہر امریکن ایک تجارتی چیز خیال کرتا ہے، اسلیے جو شخص یہ تجارت کرتا ہے وہ غیر معمولی معاوضہ کا مستحق سمجھا جاتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ امریکہ مین اگرچہ مدبرین سیاست کا عقلی اور اخلاقی پایہ اس قدر پست ہوگیا ہے کہ لوگ ان کو غارتگر سمجھتے ہین، لیکن با این ہمہ ان سے ناراضی ظاہر نہین کرتے، لیکن چونکہ وہان مدبرین سیاست وقعت کی نگاہ سے نہین دیکھے جاتے اس لیے اس کا کچھ بہت زیادہ نقصان بھی نمایان نہین ہونے پاتا، کیونکہ ولایات متحدہ مین حکومت کی مداخلت نہایت محدود ہے اس لیے مدبرین سیاست، اور بعض تجارت پیشہ اور اہل حرفہ لوگون کے سوا یہ اخلاقی انحطاط عام طور پر نظر نہین آتا، اور اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جمہوری نظام حکومت صرف انہین قومون مین کامیاب ہوتا ہے، جو خود اعتمادی اور قوت ارادی کے اوصاف سے متصف ہوتی ہین، اور حکومت کی مداخلت کے بغیر بھی اپنے قومی مشاغل کو جاری رکھ سکتی ہین، حکومت کا یہ محدود اقتدار سرکاری عہدہ دارون کی رشوت خواری کو بھی بہت زیادہ عام اور بہت زیادہ نقصان رسان نہین ہونے دیتا، لیکن جہان حکومت کے اختیارات وسیع اور غیر محدود ہوجاتے ہین، وہان اس اخلاقی پستی کا اثر ہر چیز مین نظر آتا ہے، اور لوٹ مار کا بازار عام طور پر گرم ہوجاتا ہے، یہ تو جمہوری حکومتون کی کیفیت ہے، جو صرف منتخب اور برگزیدہ لوگون کی جد و جہد سے قائم ہوتی ہے، اسلیے سوشیالسٹ حکومت جو محض عوام کے زور بازو سے قائم ہوگی اس مین یہ خطرات اور بھی زیادہ سخت ہوجائین گے

یادگار عماد الملک

ابن رشد کی تصنیفات

نواب عماد الملک مرحوم کا ایک غیر مطبوع مضمون

نواب عماد الملک مرحوم کے علمی اور ادبی مضامین کا مجموعہ "رسائل عماد الملک" کے نام سے تو ان کی زندگی ہی مین شائع ہو گیا تھا، لیکن بعض کارآمد اور مفید چیزین جنکے طبع کرنے کا خیال غالباً نواب صاحب مرحوم کو تھا رہگئی ہین، علامہ ابن رشد کے مصنفات کی ایک مختصر فہرست تو رسائل مین شائع ہو گئی ہے، لیکن ایک دوسری فہرست بھی ہم کو نواب صاحب مرحوم کے مسودات مین ملی ہے، جو معلوم نہین کن اسباب کی بنا پر رسائل کے ساتھ شائع نہ ہو سکی، علامہ ابن رشد کی تصانیف کا تذکرہ ہماری تاریخی کتابون مین خال خال نظر آتا ہے، اسلیے یہ اہم فہرست ارباب علم کی دلچسپی کے لیے شائع کیجاتی ہے،

سید ہاشم ندوی

جامع تذکرۂ عماد الملک،

دائرۃ المعارف حیدرآباد، دکن،

ذکر مصنفات ابن رشد بطور اجمال،

رینان لکھتا ہے کہ موجودہ پائے تخت ہسپانیہ (مادرڈ) کے شاہی کتاب خانہ مین ایک فہرست شیخ رئیس اور فارابی اور ابن رشد کے تصنیفات کی دیکھنے مین آئی ہے جس مین اس حکیم کی اٹھتر کتابون کا نام موجود ہے، عیون الانبا مین پچاس کتابون کا ذکر ہے، ذہبی کی فہرست اسی کتاب سے منقول ہے، ابن آبار فقط چار ہی کا نام لیتا ہے، رینان نے جو فہرست یورپ کے کتاب خانون سے تیار کی اوسکی نقل ذیل مین درج کیجاتی ہے، اس مین شروح ارسطو شامل نہین ہین، ان کا تذکرہ علٰحدہ کیا جائے گا،

فلسفیات،

تہافت التہافت، امام غزالی کے تہافت الفلاسفہ کے جواب مین نفس کتاب تین برس کے آگے مصر مین چھپی ہے، اس کا عبری اور لاطینی ترجمہ یورپ مین موجود ہے،

مقالہ فی الجرم السماوی، اس بحث مین کئی رسالہ ابن رشد نے تحریر کئے ہین اور یہ کتاب ان کا مجموعہ ہے، ترجمہ لاطینی اور عبرانی مین موجود ہین،

اتصال العقل بالانسان مین دو کتابین ہین، لاطینی اور عبرانی ترجمہ انکے بھی موجود ہین،

کتاب فی الفحص ہل یمکن العقل الذی فینا وہو المسمیٰ بالہیولانی ان یعقل الصور المفارقہ بآخرہ او لایمکن ذلک وہو المطلوب الذی کان ارسطوطالیس وعدنا بالفحص عنہ فی کتاب النفس،

یہ کتاب جسکا اتنے طول طویل نام سے مذکور ہے عبری مین ترجمہ ہوئی تھی اور رسالہ فی العقل الہیولانی نام رکھا گیا تھا، لاطینی مین بھی ترجمہ اس رسالہ کا اور اسی مبحث مین اور دو رسالون کا موجود ہے، معلوم ہوتا ہے کہ ابن رشد نے اس مبحث پر چار مستقل رسالے تحریر کیے ہین، اور علاوہ اس کے ارسطو کی کتاب کے باب روح کی تیسری فصل کی شرح مین بہت طویل بحث اسی مسئلہ پر لکھ گیا ہے،

[۶] شرح رسالہ اتصال العقل بالانسان لابن الصائغ،

[۷] بعض مقامات منطق ارسطو پر بحث، اس نام کے دو رسالے عبری مین موجود ہین،

[۸] مقالۃ فی المقاییس الشرطیۃ،

[۹] کتاب علی المقولۃ الاولی،

[۱۰] کتاب الضروری فی المنطق،

[۱۱] المقدمات الفلسفیہ اسکا اصل عبری نسخہ ماڈرڈ کے شاہی کتاب خانہ مین موجود ہے، یہ بارہ مقدمات پر مشتمل ہے، باین تفصیل، (۱) المقدمۃ فی الموضوع والمحمول (۲) فی المعرف (۳) فی انالوطیقا الاول والثانی (۴) فی القضیۃ (۵) فی القضیۃ من حیث الصدق والکذب (۶) فی القضایا الضروریۃ والنظریۃ (۷) فی البرہان (۸) فی لزوم الانتاج (۹) فیما یقول الفارابی فی البرہان (۱۰) فی القوی العقلیۃ (۱۱) فی الحواس (۱۲) فی الصفات الاربعۃ،

[۱۲] جوامع سیاست افلاطون، یہ کتاب افلاطون کی "ریپبلک" کی شرح ہے، اسکا ترجمہ عبری اور لاطینی زبان مین موجود ہے،

[۱۳] مقالۃ فی التعریف بجہۃ نظر ابی نصر فی کتبہ الموضوعۃ فی صناعۃ المنطق التی بایدی الناس وجہۃ نظر ارسطو فیہا ومقدار مافی کتاب کتاب من اجزاء الصناعۃ الموجودۃ فی کتب ارسطاطالیس ومقدار ما زاد الاختلاف فی نظریہما،

[۱۴] کلام علی قول ابی نصر الفارابی فی المدخل والجنس والفصل، اس مین فارابی کے بعض منطقی مسائل کی شرح شامل ہے،

[۱۵] کتاب فی ما خالف ابو نصر لارسطو فی کتاب البرہان من ترتیبہ وقوانین البراہین والحدود،

[۱۶] مقالۃ فی الرد علی ابی علی بن سینا فی تقسیمہ الموجودات الی الممکن علی الاطلاق والممکن بذاتہ والی الواجب بغیرہ والواجب بذاتہ،

[۱۷] تلخیص الالہیات لنیقولاوس،

[۱۸] مسئلۃ فی ان اللہ تبارک وتعالی یعلم الجزئیات،

[۱۹] مقالۃ فی الوجود السرمدی والوجود الزمانی،

[۲۰] کتاب فی الفحص عن مسائل وقعت فی العلم الالٰہی فی کتاب الشفاء لابن سینا،

[۲۱] مقالۃ فی فسخ شبہۃ من اعترض علی الحکیم وبرہانہ فی وجود المادۃ الاولی وتبیین ان برہان ارسطو ہو الحق المبین

[۲۲] مسئلۃ فی الزمان،

[۲۳] مسائل فی الحکمۃ،

[۲۴] مقالۃ فی العقل والمعقول، اسکا عربی نسخہ ماڈرڈ کے شاہی کتاب خانہ مین موجود ہے (نمبر ۸۰۹ کتابخانہ اسکوریل)

[۲۵] شرح مقالۃ الاسکندر الافرودیسی فی العقل، اسکا عبری ترجمہ موجود ہے،

[۲۶] مسئلۃ فی العلم النفس سئل عنہا فاجاب فیہا،

[۲۷] مقالۃ فی العلم النفس و[۲۸] مقالۃ اخری فی علم النفس، یہ دونو رسالہ ہین،

[۲۹] کلام علی مسئلۃ من السماء والعالم،

علم کلام

[۱] فصل المقال فیما بین الحکمۃ والشریعۃ من الاتصال، اس کا عربی نسخہ مونخ مین طبع ہوا ہے، اصل نسخہ ماڈرڈ مین موجود ہے، (نمبر ۶۲۹ کتاب خانہ اسکوریال) اور عبری ترجمہ پیرس اور لندن مین موجود ہے،

[۲] فصل المقال کا ایک خلاصہ موسو مولر نے طبع کیا ہے، یہ وہی صاحب ہین جو خود فصل المقال کے چھاپنے کے تہیہ مین ہین،

[۳] مقالۃ فی ان ما یعتقدہ المشاؤن وما یعتقدہ المتکلمون من اہل ملتنا فی کیفیۃ وجود العالم متقارب فی المعنی

کتاب[۱] منہاج الادلہ، یہ ماؤرڈ مین کتاب خانہ اسکوریال مین موجود ہے (نمبر ۶۲۹) اسکو بھی موسوموں

چھاپنے والے ہین،

شرح[۲] عقیدۃ الامام المہدی، یہ شاید عبداللہ محمد ابن تومرت بانی دولت موحدین سے متعلق ہے،

فقہ

نہایۃ[۱] المقتصد وغایۃ المجتہد فی الفقہ،

اختصار[۲] المستصفی للغزالی،

ایک[۳] کتاب تین جلدون مین جسمین بعض فتاوی کی خطاؤن سے بحث ہے، اسکا پتہ لاؤن افریقی کی

کتاب مین ملتا ہے،

فتاوی[۴] تین جلدون مین، اسکا عربی نسخہ کتاب خانہ اسکوریال مین موجود ہے، نمبر (۹۸۸)،

کتاب[۵] جامع فقہ مین، اسکا عربی نسخہ اسی کتاب خانہ مین موجود ہے، (نمبر ۱۰۲۱ و ۱۰۲۲)

کتاب[۶] کفارہ ایضاً نمبر (۱۱۲۶)

کتاب[۷] خمس ایضاً ایضاً

ایک[۸] کتاب منافع ناجائز کے بیان مین، ایضاً (نمبر ۱۱۲۷)

ان کے علاوہ صاحب عیون الانبا فی طبقات الاطبا، اور دو کتابون کو ابن رشد کے ساتھ منسوب کرتا

ایک کتاب التحصیل فی الفقہ اور دوسری المقدمات فی الفقہ مگر مونک اور ڈوزی کی تحقیق سے بطور یقین کہا

ہے کہ یہ کتابین ابن رشد کے دادا ابوالولید کی تصنیفات سے ہین،

ہیئت

مختصر[۱] المجسطی اسکا عبری ترجمہ بہت سے کتابخانون مین موجود ہے،

مایحتاج[۲] الیہ من کتاب اقلیدس فی المجسطی (لفظ اقلیدس فہرست اسکوریال مین مشکوک ہے

ریناں لکھتا ہے کہ شاید اس سے گلدوس مراد ہے، اگر ممکن ہے کہ اقلیدس ہو)

کلام[۳] علی حرکۃ الجرم السماوی،

کلام[۴] علی رویۃ الاجرام الثابتۃ بادوار

علوم عربیہ

الضروری[۱] فی النحو،

کلام[۲] علی الکلمۃ والاسم المشتق،

طب

الکلیات[۱]، سات جلدون مین چھٹی جلد اسکوریال کے کتاب خانہ مین موجود ہے،

شرح[۲] الارجوزۃ السینائیۃ اس کے عربی نسخے کئی کتابون مین موجود ہین،

مقالہ[۳] فی الترياق، اسکا عربی نسخہ کتاب خانہ اسکوریال مین موجود ہے (نمبر ۸۷۹)

مقالہ[۴] فی الاسہال،

تلخیص[۵] کتاب الحمیات لجالینوس،

تلخیص[۶] القوی الطبیعیہ لجالینوس،

تلخیص[۷] کتاب العلل والاعراض لجالینوس،

یہ تینون تلخیص کتاب خانہ اسکوریال مین موجود ہین (نمبر ۸۷۹)

تلخیص[۸] کتاب التشخیص لجالینوس،

شرح[۹] کتاب الاسطقسات لجالینوس،

تلخیص[۱۰] کتاب المزاج لجالینوس،

تلخیص[۱۱] کتاب الادویۃ المفردۃ لجالینوس،

کتاب علی مسئلہ من العلل والاعراض،

مقالہ فی المزاج اصل عربی نسخہ کتاب خانہ اسکوریال مین موجود ہے،

مقالہ فی المفردات،

مقالہ فی المزاج المعتدل

مقالہ فی الادویۃ المسھلۃ،

مسئلہ فی نوائب الحمی،

مقالہ فی الحمیات العفن،

المراجعات والمباحث مابین ابی بکر بن الطفیل وبین ابن رشد فی رسمہ الدوائی کتابہ الموسوم بالکلیات،

عربی کی دو نادر تاریخی کتابین

عربی زبان کی دو تاریخی کتابین مطبوعۂ یورپ ہمارے ہان زیادہ آگئی ہین، جن صاحب کو ضرورت ہو ان کو خرید سکتے ہین، ایک عبدالواحد مراکشی کی المعجب فی تلخیص اخبار المغرب مراکش اور اسپین کی تاریخ ہے، مجلد مطبوعۂ لیڈن قیمت ۸ ؎

دوسری خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد کا مطبوعہ ٹکڑا ہے، جسکو جار جبیس سالون نے ۱۹۰۴ء مین شائع کیا تھا، غیر مجلد مطبوعۂ پیرس، قیمت ۸ ؎

یہ دونون قیمتین یورپ کی اصلی ہین

"منیجر"

حکیم ٹالسٹائے اور مشرقی اثرات

مترجمہ:- جناب مصطفیٰ کامل صاحب بی اے، سپروائزر اردو اسکولز، کراچی،

مندرجہ ذیل مضمون مسٹر پال بیروکف کا لکھا ہوا ہے جو ٹالسٹائے کے اواخر زندگی مین ان کے رفیق سفر رہے، اور وفات کے بعد سچے شاگرد کی طرح اس کوشش مین مصروف ہین کہ اپنے پیر روکی اعلی زندگی کو نمایان کرنے کے لیے جملہ خطوط، تصانیف اور دیگر قیمتی دستاویزات کو منظر عام مین لائین جو ابھی تک ماسکو کے عجائب خانہ اور ٹالسٹائے کے کتب خانہ سے باہر نہین نکلین، "ٹالسٹائے اور مشرقی اثرات" مصنفہ بیروکف سے یہ امر بخوبی روشن ہے کہ ٹالسٹائے اوائل زندگی ہی مین مشرقی اثرات سے متاثر ہو گئے تھے، جنپر آخر وقت مضبوطی کے ساتھ قائم رہے، یہ مضمون اسی کتاب کے دیباچہ کا ترجمہ ہے،

"مترجم"

حیات ٹالسٹائے کی زبردست تصنیف ختم کرنے کے بعد مناسب ہوگا کہ اس عظیم الشان ہستی کی زندگی کے مخصوص پہلوؤن پر گہری نظر ڈالی جائے، سب سے پہلے مین اس ملک کو لیتا ہون جسکی بابت خود ٹالسٹائے کو کافی واقفیت اور چشم بصیرت حاصل تھی اور جو آجکل تمام دنیا کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے، مجھے امید ہے کہ اس فلاسفر کی زندگی کا بیست سالہ تجربہ کافی طور پر میری رہنمائی کریگا،

مغربی تہذیب پر جو الزامات وارد کیے جاتے ہین کسی سے پوشیدہ نہین، ملزمین و متہمین کا خیال ہے کہ مشرق کو صرف اس وجہ سے کہ ابھی تہذیب جدید کی زہریلی ہوا سے محفوظ ہے، مغربی اثرات سے پاک

وصاف رکھا جائے تاکہ وہ دور گذشتہ کی طرح روحانی تروتازگی کا واحد سرچشمہ بن سکے، ٹالسٹائے کی نگاہین بھی بار بار مشرق کی طرف اٹھتی تھین، ان کے خطون، یادداشتون اور دیگر تحریرون کا مطالعہ کیجیے، خود معلوم ہوجائیگا کہ ٹالسٹائے کو کس درجہ تک مشرق سے وابستگی تھی،

جب ہم ٹالسٹائے کی سوانح عمری پر نظر ڈالتے ہین، اور اس یادداشت کو دیکھتے ہین جو بچپن کے حالات مین قلمبند کیگئی ہے تو یہ بات صراحۃً معلوم ہوجاتی ہے کہ ٹالسٹائے کو شروع ہی سے مشرق کے ساتھ ایک قسم کا لگاؤ پیدا ہوگیا تھا، وہان لکھتے ہین کہ "جب مین اپنی دادی کی خوابگاہ مین جاتا اور ایک نابینا پیر مرد سے ٹمٹماتی ہوئی روشنی مین روزانہ الف لیلہ کی عجیب وغریب داستانین سنتا تو مجھ پر بہت اثر ہوتا تھا" ان افسانون نے خوف وبیم کا جو گہرا اثر ٹالسٹائے کے دل پر چھوڑا عمر بھر زائل نہ ہوا یہی وجہ ہے کہ قازان کالج کی تعلیم کے زمانہ مین انھون نے اول مشرقی علم ادب کو اپنے مطالعہ کے لیے انتخاب کیا، اور پھر بعض ناکامیون کی وجہ سے علم فقہ کو اخر جب اس مین بھی کامیابی نہ دیکھی تو برداشتہ ہوکر دوسال کے بعد دارالعلوم کو خیرباد کہ دیا،

ٹالسٹائے نے اوائل یادداشت مین ۱۸۴۷ء کا ایک واقعہ قلمبند کیا ہے کہ جب ایک معمولی بیماری کے باعث چند دن قازان کے شفاخانہ مین گذارنے پڑے تو وہین ایک زخمی لامہ بھی پڑا ہوا تھا جسے راستہ مین کسی ڈاکو نے لوٹ لیا تھا، ٹالسٹائے کو یہ سنکر تعجب ہوا کہ لامہ کے بدھ مت کا پیرو ہونے کی حیثیت سے نہ صرف ڈاکو کا مقابلہ کرنے کو گناہ خیال کیا بلکہ آنکھین بند کرکے التجا اور اشتیاق کے ساتھ موت کا انتظار کرنے لگا، اس واقعہ نے نوجوان ٹالسٹائے کو بہت متاثر کیا اور اسی وقت سے مشرق کی قدر ومنزلت ان کے دل پر نقش ہوگئی،

قازان سے واپس ہوکر ٹالسٹائے نے جوانی کے چند سال رنگ رلیون مین گذارے تھے، کہ بڑے بھائی کے کہنے پر اسکو کوہ قاف جانا پڑا، اور وہان اسکو مشرقی تمدن اور مشرقی آبادی سے عموماً اور مسلمانون سے خصوصاً مدت تک واسطہ رہا، اور ہمیشہ کے لیے مسلمانون کے توکل، تدبر اور پرہیزگاری کا گرویدہ ہوگیا، کوہ قاف حاجی مراد اور اپنی دیگر تصانیف مین ٹالسٹائے نے ان تجربات کا خوب خاکہ کھینچا ہے، ۱۸۵۶ء مین فوجی ملازمت

سے علحدگی اختیار کی، جسکے بعد کئی سال تک وہ مشرقی ممالک سے بالکل بے تعلق اور مغربی اقوام سے متحد ومتفق رہا، لیکن قلب مضطرب کو طمانیت وسکون کا کوئی پہلو نصیب نہین ہوا،

۱۸۶۲ء مین جب خرابی صحت کی بنا پر تعلیمی سرگرمیون کو خیرباد کہنا پڑا اور بہ سلسلۂ علاج سمارا کی گھاٹیون پر قوم باشقر (ایک ترکی تاتاری قوم) کے درمیان رہنے کا اتفاق ہوا تو خانہ بدوش باشقرون اور تاتاری مسلمانون کے ساتھ خیمہ مین رہا کرتا تھا اور گھوڑی کے دودھ کے پنیر پر زندگی گذارتا تھا، وہ تمام رسم ورواج جو اس کی تصانیف مین مذکور ہین انھین دوستون سے اوسکو حاصل ہوئے تھے،

جنگ وصلح، وانیا کرینیا" کی تصنیف کے زمانہ مین ٹالسٹائے نے کہانیون کا جو مسلسل نصاب مرتب کیا اس مین ہندی وعربی قصص کی موجودگی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس وقت ٹالسٹائے مشرقی علم ادب سے بخوبی واقفیت رکھتا تھا، مذہبی اعتقادات مین فتور آنے سے پہلے ٹالسٹائے کو مشرق سے روحانی تعلق تھا اور اس کے بعد جب اسکی نظر ہندوستانی مذہب کے تنگ دائرہ سے نکل کر عالمگیر ہوگئی تو بھی روحانی شغف کے آثار اس مین موجود رہے،

اعترافات کو دیکھیے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ رازِ حیات تک رسائی محال ہے عام انسانی زندگی اور اپنی خاص زندگی کی حالت کا نقشہ کھینچنے مین، مسافر، اژدہا، شیر اور چوہیا کے مشرقی قدیمی قصے بیان کئے ہین اور اپنی سرگذشت کے ہر تاریک موقع پر مشرقی خیالات سے استنباط کیا ہے،

مندرجہ بالا نقطۂ خیال کی بنا پر ٹالسٹائے نے تمام پادریون سے جداگانہ ایک نیا عیسائی عقیدہ وضع کیا اور اپنی طرف سے پیش قدمی کرکے بالاعلان تمام دنیا کو ریاضت ومجاہدۂ نفس کی طرف دعوت دینی شروع کی، چونکہ عیسائیت کے اصول اوسکی روحانی تسلی وتشفی مین عاجز تھے اس لیے مشرقی مذاہب کا مطالعہ کرنا ناگزیر ہوا، اور بالآخر یہین سے کمال انسانیت حاصل کرنے کا مسالہ اسکے ہاتھ لگا،

اس سلسلہ مین سب سے پہلے ٹالسٹائے نے چینی فلسفہ کی سیر کی، اور مشرقی کتب مقدسہ کا مطالعہ کرکے

ستعد دیا دداشتین اپنی ڈائری مین درج کین، چنانچہ ۱۸۸۴ء کی ایک عبارت ذیل مین درج کیجاتی ہے،

"کنفیوشش کا اصول سلامت روی، نیچر کی تکمیل کے لیے ایک عجیب وغریب عقیدہ ہے، جیسے دانائی طاقت اور زندگی کا سرچشمہ نیز تکمیل فہم وادراک کا خاموش ذریعہ کہہ سکتے ہین، اس طریقہ کے پیرو مضبوطی کے ساتھ اپنے راستے پر قائم رہتے ہین، آئندہ فوائد کا علم تو خدا کو ہے، لیکن اتنا ضرور کہون گا کہ تمیز صفات، راستبازی اور یگانگت میں مجھے اس سے بڑا نفع پہنچا، اس کا قول ہے کہ حق وصداقت صفات خداوندی ہین"،

قدیم چینی مذہب کا مطالعہ کرنے کے بعد ٹالسٹائے نے ہندی فلسفہ پر نظر ڈالنی شروع کی میکسمولر، برنوف، ریسڈیوڈز، سبھدر بھکشو وغیرہ کی تصانیف کو دیکھا، اور حیات بدھ کا خاکہ بھی تیار کرنا شروع کیا، جو دیگر مشاغل کی وجہ سے حدِ تکمیل کو نہ پہنچ سکا، وہ چاہتا تھا کہ آفتاب فلسفۂ مشرق کی شعاعین سرزمین روس تک پہنچنی چاہئین، چنانچہ اس نے ارادہ کیا کہ ہر ایک کے اصولِ اتحاد کو روشن کرنے کے لیے تمام مذاہب کا نچوڑ ایک کتاب کی صورت مین تیار کرے، مگر یہ تجویز بھی عملی جامہ سے مبرا رہ گئی، اور صرف "خیالاتِ حکما" ترتیب دیئے جاسکے، جس مین حضرت عیسیٰ کے علاوہ سقراط، بدھ، کرشن، لازے، ٹسیکل وغیرہ رشیون کے اقوال نقل کئے گئے ہین،

گذشتہ صدی کے اختتام یا بالفاظ دیگر آئندہ صدی کے آغاز مین ٹالسٹائے بین الاقوامی مدبر تسلیم کر لیا گیا، تمام دنیا نے یکسان طور پر رجوع کیا اور ہر خطہ کے مصنفین اور فلسفی نہ صرف اپنی تصانیف بھیجنے لگے بلکہ باہمی خط وکتابت بھی ہونے لگی، بایں ہمہ ٹالسٹائے مشرق کا مدح سرا تھا، اور سوامی دویکانند کے فلسفۂ تصوف بابا بھارتی کے کرشن، اور سری کرشنا چاریہ کے دیدانت یہ تصنیفات ہر وقت ان کے روبرو رہتی تھین،

ٹالسٹائے کے تعلقات ان لوگون کے ساتھ بہت زیادہ تھے جو استعمالِ قوت کو پسند نہین کرتے، وہ مشرقی اقوام سے پرزور اپیل کرتے ہین، کہ اس قدیمی جوہر کو خاک مین نہ ملاؤ، مغربی خطرات نگاہ مین رکھو اور حکومت کے تنخواہ دار عیسائی پادری قلوب کو مذہبی روشنی سے منور نہین کر سکتے،

رہنمایان ومصنفین مشرق کے ساتھ متواتر رابطۂ اتحاد وتبادلۂ خیالات رہنے سے ٹالسٹائے نے یہ ضرورت محسوس کی کہ حق وصداقت کے اصول یکجا جمع کرنے کی غرض سے "حلقۂ مطالعہ" تصنیف کیجائے، اپنی زندگی کے آخری سال انھون نے اس کام مین صرف کئے اور رفتہ رفتہ یہ تصنیف اس قابل ہوگئی کہ دنیا مین ایک ایسے عالمگیر مذہب کی بنیاد پڑ سکے جس مین قوم وملت کا امتیاز نہ ہو، اگرچہ دورانِ تالیف مین موصوف کا انتقال ہوگیا، تاہم کتاب مذکور اس قابل ہے کہ طبع ہوسکے اور اس طرح تمام بنی نوع انسان ٹالسٹائے کے روحانی ورثہ سے متمتع ہون،

جب ہم ٹالسٹائے کے مذہبی خیالات کی ارتقائی کیفیت پر غور کرتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے وہ تمام مروجہ رسوم اور ظاہری اختلافات یکے بعد دیگرے ترک کر دیئے جنکی وجہ سے انسان حق وصداقت کی تلاش مین بٹ جاتے ہین،

پادریون کی مجلس نے ٹالسٹائے کو مرتد قرار دیا، تو انھون نے نہایت فصاحت کے ساتھ اپنے خیالات کو ظاہر کیا، کہ اوائل مین قومی مذہب اختیار کرنا جذبات خود غرضی کے ماتحت تھا مگر بعد مین عیسائیت کی ہمہ گیر تعلیمات کے طفیل مین نے پاک بے مثل اور عالمگیر حقانیت حاصل کرلی،

ٹالسٹائے کی پہلے سال کی یادداشت مین یہ الفاظ درج ہین، چونکہ میرا مذہب تمام قیود سے پاک وصاف اور ہمہ گیر ہے اس لیے اگر بین الاقوامی کہا جائے تو کوئی تعجب نہین"،

ہم امید کرتے ہین کہ جب دنیا اس مغربی فلاسفر کے مشرقی خیالات کا مطالعہ کریگی تو حقیقی امن وفلاح کا دور دورہ شروع ہو جائے گا، اور دنیا کے قدیم وجدید کی مختلف راہین ایک متحدہ اور عام شاہراہ پیدا کرسکیگی؛ ہندوستان کے شہرۂ آفاق شاعر ٹیگور کا خیال ہے کہ ہندوستان کی بڑی کرامت ہوگی، اگر یہان کے بڑے بڑے مذاہب مثلاً ہندو، اسلام، بدھ، اور عیسائیت سب متحدہ ہو جائین گے، یہ اتحاد تشدد یا قابل نفرین خود فراموشی سے پیدا نہ ہوگا، بلکہ مختلف افراد قوم وملت کے باہمی تعاون ویکدلی کا نتیجہ ہوگا"

امید ہی کہ ہماری یہ کتاب اس نیک تجربین مدد و معاون ثابت ہوگی، **مہاتما گاندھی** کو اس بات کا فخر حاصل ہے کہ وہ براہ راست ٹالسٹائے سے خط و کتابت کرتے رہے ہین اور مسلسل تبادلۂ خیالات سے جو تقویت مہاتما گاندھی کو اپنی قومی جد و جہد مین اس روسی شاعر کے خیالات سے پہنچی وہ خود معترف ہین' ٹالسٹائے کے جوابات ہمیشہ موثر اور مجاہدانہ انداز مین ہوتے تھے،

واقعی ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جس سے ٹالسٹائے کو خصوصیت کے ساتھ لگاؤ تھا، اس لیے ہم اس کتاب کو ہندوستان کی قومی جد و جہد اور اس عظیم الشان ہنگے کے نام نامی پر معنون کرتے ہین'

کتاب الفلاحۃ

اندلس کے مسلمانون نے فن زراعت مین جو ترقی کی تھی، اس کا یہ آئینہ ہے، یحیی اشبیلی کی یہ تصنیف ہے، جس کا ترجمہ مولوی سید ہاشم صاحب ندوی نے کیا ہے، اور معارف پریس مین چھپا ہے، تاریخ اور فن دونون کی حیثیت سے یہ پڑھنے کی چیز ہے، حجم ۶۱۶ صفحے، قیمت للعہ

نفسیات ترغیب

مصنفہ

پروفیسر و ہاج الدین صاحب اورنگ آباد کالج،

کسی انسان کو کسی کام یا چیز یا تحریک کیلئے ہم کیونکر آمادہ کر سکتے ہین، اور اسکو ترغیب اور شوق دلا سکتے ہین' اس کے نفسیاتی اصول کیا ہین، اس کتاب مین انھین اصول کی تشریح ہے، تجارت، اشتہارات اور تقریر و وعظ مین ہر جگہ ان اصول کی رعایت کی ضرورت ہے، اسلیے تجارت کے مشتہرین، واعظین، مدرسین اور وکلا سب کو اس کتاب کی ضرورت ہے، قیمت عہ

"ضیمز"

تلخیص و تبصرہ

چین کی تعلیمی زبان

ایک مصری ادیب حسین آفندی لبیب نے چین کے موجودہ انقلاب اور جنگ آزادی کی مناسبت سے وہان کے تعلیمی جد و جہد پر ایک مقالہ لکھا ہے جو المقتطف ماہ جون ۲۷ء مین شائع ہوا ہے، وہ لکھتے ہین عربی، فرانسیسی، انگریزی اور دیگر متعارف زبانون مین حروف تہجی سے الفاظ اور جملون کی ترکیب ہوتی ہے، لیکن چین کی زبان ان سب سے بالکل مختلف ہے، اس مین حروف تہجی کے بجائے بعض شکلین اور اشارے ہین، جو علحدہ علحدہ کسی خاص معنی و مفہوم کے لیے مخصوص ہین، اسلیے چینی زبان تلفظ کی زبان ہونے کے بجائے فکری و معنوی زبان ہے، چنانچہ جس طرح ہندسون کا ایک خاص عدد ایک خاص معنی کے لیے معین ہے، اسی طرح چینیون مین جس قدر معانی اور مفہوم ہین اسی قدر ہر ایک کے لیے جداگانہ اشارے اور شکلین متعین ہین، اہل علم نے مہمل، غیر مستعمل اور مترادف شکلون کو حذف کرکے ایسی ۲۵ ہزار شکلین یا اشارے شمار کئے ہین، جو ۲۵ ہزار معانی کے لیے مستعمل ہین، درحقیقت یہ ۲۵ ہزار شکلین متعارف زبانون کے حروف تہجی کے مانند ہین، اسلیے چینی طالب علم کے لیے ان اشارون اور شکلون کا حفظ کرلینا اسی طرح ناگزیر ہے، جس طرح عام زبانون کے سیکھنے والون کو ان کے ۲۱ سے ۳۲ تک حروف تہجی کا یاد کرلینا،

اس سے اندازہ ہوگا کہ چینی طلبہ کو اپنی زبان سیکھنے کے لیے کتنی صعوبتین برداشت کرنی پڑتی ہین،

اس کے علاوہ ایک اور خاص دشواری یہ ہے کہ اس مین نہ افعال کے اشتقاق ہین اور نہ اسما کے لیے تذکیر و تانیث اور جمع و واحد ہین، اسلیے ان تمام چیزون کے لیے یا تو جداگانہ اشارے معین ہین'

یا تلفظ مین وصل، فصل، ادغام، عدد وغیرہ جیسے طریقے اختیار کرتے ہین، ان وجوہ سے اس کی صرف و نحو بھی نہایت دشوار ہے، مگر دراصل ان شکلون کی کتابت کا طریقہ اس سے بھی زیادہ دشوار ہے، کیونکہ چینی زبان کی کتابت کل چھ خطوط مین منحصر ہے، انھین خطوط کو ہیر پھیر کر اتنی شکلین تیار کیجاتی ہین

اس پر مستزاد یہ ہے کہ یہ جس زبان کا تذکرہ ہو رہا ہے وہ وہان کی صرف علمی و تعلیمی زبان ہے ورنہ وہان کی جو ملکی زبان ہے، جس مین عام طور پر بات چیت کیجاتی ہے، وہ اس سے بالکل اسی طرح مختلف ہے، جس طرح انگریزی سے لاطینی اور یونانی زبانین مختلف ہین، اور ان دونون مین تو پھر بھی کچھ نہ کچھ تلفظ اور حروف یکسان ہوتے ہین، لیکن چین کی ان دونون زبانون مین ایک حد تک یہ قدر مشترک بھی موجود نہین ہے، اس لئے چینی طلبہ کے لئے وہان کی اس علمی و تعلیمی زبان کی تحصیل اسی طرح دشوار ہے جیسی کسی غیر ملکی طالب علم کے لئے ہو سکتی ہے،

چینیون کے پاس اعلیٰ ادبی سرمایہ مین چند مذہبی کتابین ہین جن کا حجم قرآن مجید سے زیادہ نہ ہوگا، اور ان کے علاوہ ان کے مشہور فلسفی کونفوشیس اور اس کے شاگردون کے چند آثار ہین، پھر اسی زبان مین بودھ مت اور ان کے ایک دوسرے مشہور فلسفی طاؤ (المولود سنہ ۶۰۴ ق م) کے فلسفہ و حکمت پر بھی چند کتابین ہین، بس یہی سرمایہ اس زبان کے ادبیات عالیہ کا لقب رکھتا ہے،

اور یہی کتابین اور ان کی شرحین وغیرہ وہان کے مدرسون مین پڑھائی جاتی ہین، زبان کی تحصیل کے بعد طلبہ کا جو وقت بچتا ہے وہ ان کتابون کے پڑھنے اور ان کے ازبر کرنے مین صرف ہوتا ہے، چنانچہ وہان علم و فن کے بلند ترین رتبہ پر وہی سرفراز ہو گا جسکی نوک زبان پر ان کتابون کا ایک ایک حرف چڑھ جائے،،

پھر مضمون نگار وہان کے مدرسون کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے، دیہاتون مین جا بجا چھوٹے چھوٹے مدرسے قائم ہین جن مین یہی چیزین پڑھائی جاتی ہین، لیکن وہان مدرسون

کے لئے مستقل عمارتون کا اب تک دستور نہین ہوا ہے، بلکہ کسی کے سکونتی مکان مین سے ایک دو کمرے لیکر وہان اساتذہ اور طلبہ بیٹھ جاتے ہین، اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے اور نہ وہان متمدن ممالک کیطرح مدارس مین درجے قائم ہین اور نہ مدارس مین اعلیٰ اوسط، اور ادنیٰ کی کوئی تقسیم ہے،

ہمین سخت حیرت ہے کہ یہ مقالہ یورپ کے پروپیگنڈے کا ایک مظہر ہے، یا یہ سب صرف مقالہ نگار کی ناواقفیت پر مبنی ہے، کیونکہ چینی زبان کے یہ حالات اور مدارس وغیرہ کی یہ تفصیلین جو چین کے موجودہ انقلاب کے سلسلہ مین بیان کئے جاتے ہین، وہ تقریباً ربع صدی پیشتر کے واقعات ہین، اور ہم نے اس موقع پر اس مضمون کی تلخیص اس لئے ضروری سمجھی کہ اس سے وہان کے ربع صدی پیشتر کے تعلیمی حالات کا پتہ چلتا ہے، ورنہ چین کی موجودہ بیداری کی ابتدائے آفرینش ہی وہان کی علمی و تعلیمی ترقی کے بعد ہوئی ہے جبکہ ہزارون چینی طلبہ یورپ اور امریکہ کے جدید و قدیم علوم و فنون سے بہرہ اندوز ہو کر اپنے وطن واپس آئے؛ اور ملک مین رفتہ رفتہ ابتدائی ثانوی اور اعلیٰ تعلیم گاہون کے علاوہ متعدد و بلند پایہ یونیورسٹیان قائم کرکے سب کو ایک دوسرے سے منسلک کر دیا، چنانچہ ایک سال ہوتا ہے کہ نانکنگ یونیورسٹی کے چانسلر پروفیسر کاڈھونے "انقلاب چین"، کے عنوان سے یورپ کے کسی رسالہ مین بسیط مضمون لکھا تھا، اور اس کا خلاصہ مصر ہی کے کسی رسالہ نے درج کیا تھا، اور ہم انھین صفحات تلخیص و تبصرہ مین "چین کی موجودہ بیداری اور اس کے اسباب" کے عنوان سے اس خلاصہ کی تلخیص ماہ اپریل سنہ ۲۶ء مین پیش کر چکے ہین،

پروفیسر کاڈھونے اس مضمون مین اس قدیم چینی زبان کا اجمالی ذکر کرکے اس کی اصلاح اور چین کی موجودہ علمی و تعلیمی زبان کا تذکرہ کیا تھا، چنانچہ اسی مضمون مین ہے،

"قدیم چینی زبان کے دشوار گذار مرحلہ کو یون طے کیا گیا کہ پکنگ کالج کے پروفیسر ڈاکٹر سوہوہ نے وہان کی عام فہم زبان کو جس مین ملک کے عام باشندے گفتگو کرتے ہین، ضبط تحریر

مین لانے کے لئے جدید طریقے وضع کئے، اور اس طرح عوام کی زبان قدیم زبان کے بجائے وہان کی علمی اور تحریری زبان بن گئی،، اور اسی کے بعد چین مین عام تعلیمی جدوجہد کا سلسلہ جاری ہوا، یہان تک کہ عام مزدورون اور کاشتکارون کے لئے تعلیم کا انتظام کیا گیا، جس سے رفتہ رفتہ ملک کی آبادی کا بڑا حصہ تعلیم یافتہ ہوگیا،

اس زبان کی حیرت انگیز ترقی کا پتہ صرف اس سے چلایا جاسکتا ہے کہ اس زبان کی تدوین اور فوری نشر و اشاعت کے بعد ہی ۰۰ہ اخبارات بیک وقت اسی زبان مین نکلنے لگے، اور پھر بعد کے سالون مین تو اس مین اور زیادہ حیرت انگیز ترقی ہوئی،

"ر"

اتحادِ اسلام

ایشیاٹک ریویو (لندن) کے اپریل ۱۹۲۶ء کے پرچہ مین "پین اسلامزم" پر ایک مضمون شایع ہوا ہے، اس کی تمہید مین اسلام کی مساوات پسندی اور مذہبی اخوت کا اعتراف ان الفاظ مین کیا گیا ہے،

ابتدا ہی سے اسلام نے اپنے پیرودن کے سامنے اتحاد باہمی کا ایک نصب العین پیش کیا ہے، قرآن کریم مین ہے کہ تمام مسلمان آپس مین بھائی بھائی ہین، حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نہ صرف ایک مذہب کی بنیاد رکھی بلکہ ایک ایسا سیاسی نظام قایم کیا جس مین ایک عقیدہ پر ایمان رکھنا اس کی لازمی شرط تھی،

یہ صحیح ہے کہ یہودیون اور عیسائیون کے ساتھ رواداری برتی گئی اور انھین ان کے آبائی دین پر قایم رہنے دیا گیا، لیکن پھر بھی وہ بحیثیت "ذمی" کے سمجھے جاتے تھے، جنھین مسلمانون کی طرح حکومت کے تمام حقوق و مراعات سے فائدہ اٹھانے کا حق نہ تھا، یہ صرف دینِ اسلام پر ایمان لانے کی شرط تھی،

جس کے ذریعہ سے اس نئی ریاست کے تمام افراد باہم متحد و متفق تھے، اور اس دین کا چھوڑ دینا صرف ارتداد ہی نہین ہوتا تھا بلکہ ایک قسم کی بغاوت سمجھی جاتی تھی، اور جو مسلمان اپنے مذہب سے دوسرے مذہب مین چلا جاتا تھا، وہ قتل کا مستحق سمجھا جاتا تھا، جبکہ مسلمان علمار نے باقاعدہ طور سے مسلم ریاست کا نظریہ پیش کیا تو انھون نے ممالک کی دو قسمین قائم کین، ایک "دار الاسلام" دوسری "دار الحرب"، اوائلِ عہد کے نظریین نے مسلمانون کا یہ فرض قرار دیا تھا کہ وہ کم سے کم سال مین ایک بار غیر مسلمون کے ممالک پر فوج کشی کرین، بشرطیکہ امامِ وقت اس فوج کشی کو عام مفاد کے موافق سمجھتا ہو،

پہلی صدی ہجری مین جب تک عرب فتوحات کا سیلاب بڑھتا رہا اس وقت تک اس نظریہ پر عمل پیرا ہونا ممکن بھی تھا، اور جب جدید سلطنت وجود مین آئی تو اس وقت متعدد غیر مسلم اقوام مثلاً ایرانی، شامی، مصری، افریقی، اسپینی، اور ترک حلقہ اسلام مین داخل ہو چکی تھین، اور انھین برابر کے حقوق مل چکے تھے، اور حکومت کا ہر عہدہ ان کے لئے کھلا تھا، یہ صحیح ہے کہ عربون کے خود سرانہ جذبات ان غیر عربی اقوام کے ساتھ ملنے جلنے مین بہت حد تک حائل ہوتے تھے، تاہم انھین یہ گوارا کرنا ہی پڑتا تھا اور اپنے سیاسی نظریے کی رو سے انھین سب کو مساوی تسلیم ہی کرنا پڑتا تھا، قرآن کریم مین ہے کہ "وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھون نے نیک عمل کئے، وہ بہترین لوگ ہین"، تاہم ان کا یہ نظریہ ڈیڑھ صدی سے کچھ زیادہ عرصہ تک نہین قائم رہا، اور اس عرصہ مین اسلامی حکومت نے جو ترقی و عروج حاصل کیا اس نے آج تک مسلمانون کی آنکھون کو خیرہ کر رکھا ہے،

چھٹا حاسہ؟

اب تک حکمائے قدیم کے تمام تجربات و نظریات مین سے "حواس خمسہ"، پر دور حاضر کے تمام حکمار و ماہرین کو عام اتفاق تھا، لیکن اب یورپ کے جدت پسند طبقہ کو قدیم حکمار کی یہ تقلید بھی گوارا نہین، اس لئے وہ کسی چھٹے اور ساتوین حاسہ کے انکشاف اور اس کو قبولِ عام بنانے کی فکر مین ہین،

چنانچہ اب تک صرف یہ مسلمہ تھا کہ بعض حیوانات مین اپنے اپنے طبائع اور جبلت کے لحاظ سے بعض حاسے زیادہ طاقتور ہوتے ہین، چیونٹی مین سونگھنے کی طاقت زیادہ ہوتی ہے، کتون مین سننے کی قوت تمام حیوانون اور انسان سے زیادہ ہوتی ہے، اور چیلون کی قوت بصارت سب سے تیز ہے، لیکن اب یہ سوال زیر بحث ہے کہ آیا کسی حیوان یا انسان مین کوئی چھٹا یا ساتوان حاسہ بھی موجود ہے، یا پیدا ہونے کی اُمید کی جاسکتی ہے؟

حکمائے مغرب اس سلسلہ مین کم از کم یہ ادعا کرنے لگے ہین کہ بعض حشرات الارض کے حالات کے استقرا سے پتہ چلتا ہے کہ ان مین ایک چھٹا حاسہ بھی پایا جاتا ہے، جس سے انسان اور دیگر حیوان قطعی طور پر محروم ہین، اور وہ اپنے اس نظریہ کو تجربہ کی شکل مین یون پیش کرتے ہین کہ کسی مادہ پروانہ کو شیشہ کی کسی ڈبیا مین بند کرکے اس کے سرپوش کو سریش یا گوند وغیرہ سے اس طرح بند کردو کہ نہ اندر کی آواز باہر آنے پائے اور نہ باہر کی آواز اندر جانے پائے، اس کے بعد اس ڈبیا کو کسی دوسری ڈبیا مین اسی طریقہ سے بند کردو، اور پھر پے در پے اسی طرح ایک کو دوسرے مین بند کرتے جاؤ، یہان تک کہ اندر سے ہوا کے آنے جانے اور کسی طرح اندر کی چیز کے دکھائی دینے کا احتمال باقی نہ رہجائے، یہ سب کچھ کرنے کے بعد اس کو کسی جگہ پر رکھدیا جائے، تو کچھ ہی دیر مین نر پروانے اس ڈبیا کے گرد گردش کرتے دکھائی دینگے اور اس کے اندر پہونچنے کے لئے اپنی انتہائی جد وجہد کرین گے،

اسی تجربہ کی بنا پر علمائے حشرات کو یقین ہے کہ ان مین ایک چھٹا حاسہ بھی پایا جاتا ہے جس کے ذریعہ سے وہ مقید پروانہ کے پرون کی پھڑپھڑاہٹ محسوس کر لیتے ہین، "ر"

اخبار علمیہ

انکشاف دفینہ کا نیا ذریعہ، خاکنائے پناما (امریکہ) مین ابھی حال مین بعض دفینون کے دریافت کرنے کا ایک نیا طریقہ عمل مین آیا ہے، بیان کیا جاتا ہے کہ ایک عرصہ سے اس خطہ مین بعض دفینے تھے، لیکن کسی کو ان کا کہین پتہ نہ لگتا تھا، اب کچھ انگریزون اور امریکیون نے ملکی گورنمنٹ سے اسکا لائسنس حاصل کیا اور بہت تلاش و جستجو کے بعد اس خزانہ کا پتہ لگالیا، کہا جاتا ہے کہ اس کے علاوہ ابھی اور بھی بہت سے دفینے ہین جنکی تلاش مین یہ ماہرین برابر گشت لگا رہے ہین، ریڈیو جسکے اکثر کرشمون سے دنیائے سائنس واقف ہوچکی ہے، اس جدید انکشاف کا بھی باعث ہے، بجائے اس کے کہ کسی نقشہ اور خاکہ کے ذریعہ سے اس کا پتہ لگایا جاتا، ریڈیو کی مدد سے وہ تمام رموز و اسرار جو زمین اپنے سینہ کے اندر چھپائے ہوئے ہے، اس طرح منکشف ہوجاتے ہین، جسطرح زمین کے اوپر کی اشیا، ظاہر اور عیان نظر آتی ہین،

قدرت کی کرشمہ سازیان، جس طرح انسان اپنی انجینیری کے نئے نئے کارنامے دکھاتا ہے، قدرت کا ہاتھ اس سے کہین زیادہ حیرت انگیز کرشمے ہمارے سامنے پیش کرتا ہے جنھین دیکھکر بڑے بڑے ماہرین فن کی عقل دنگ رہجاتی ہے، کچھ عرصہ ہوا نواہو پہاڑ (NAWAHO) کے شمال مغربی ڈھال کی جانب ایک نہایت عظیم الشان، وسیع اور مضبوط پل کا پتہ چلا ہے جسکے محراب کی لمبائی ۲۸۰ فیٹ ہے اور جو سطح آب سے ۳۰۹ فیٹ بلند ہے اور اس کے بلند ترین حصہ کا حجم ۴۲ فیٹ ہے، اپنی عظمت، تناسب اور رنگ کے اعتبار سے یہ دنیا کے تمام قدرتی پلون سے بڑھکر مانا جاتا ہے اسی قسم کا ایک اور پل اریزونا (ERIZONA) سے دو میل جنوب و مغرب جانب واقع ہے جسکی وسعت، تناسب اور رنگ بھی نہایت خوب ہے۔

درمیانی کڑی کا پتہ، ابھی حال مین صحرائے گوبی (منگولیا) مین بعض ان عظیم انسان جانورون کے سرون کی ہڈیان دریافت ہوئی ہین جنکے متعلق علمائے ارتقا کا خیال ہے کہ تمام ذی روح حیوانات حتی کہ انسان کی نسل بھی انھین سے پیدا ہوئی ہے، یہ دریافت امریکن عجائب خانہ کی ایک جماعت نے کیا ہے، جو رائے چیپمین اینڈریوز کی سرکردگی مین اسی قسم کے آثار قدیمہ کا پتہ لگانے کے لیے نکلی تھی، مسٹر اینڈریوز کا خیال ہے کہ ان ہڈیون کی دریافت انسان کی ارتقائی منازل کا پتہ چلانے مین ان انڈون سے کہین زیادہ مفید اور کارآمد ہے جنکی دریافت کا سہرا ابھی انھی موصوف کے سر ہے، ان کا قول ہے کہ انسان کے ارتقائی منازل کی درمیانی کڑیان، حقیقت مین یہی ہین جنکے بعد اب انکی تلاش کی کوئی ضرورت نہین رہجاتی،

ریڈ انڈینون کی نسلی تباہی، عام طور سے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ امریکہ مین ریڈ انڈینون کی تعداد برابر بڑھ رہی ہے لیکن ڈاکٹر ہیون ایمرسن، پروفیسر کولمبیا یونیورسٹی نے جو اعداد و شمار ابھی حال مین شائع کئے ہین، ان کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ امریکہ کی اس کثیر التعداد قوم مین شرح اموات کس قدر تیزی کے ساتھ سال بسال بڑھ رہی ہے،

سنہ	فی ہزار	سنہ	فی ہزار
سنہ ۱۹۲۱ء	۱۷٫۵	سنہ ۱۹۲۳ء	۲۲٫۵
سنہ ۱۹۲۲ء	۱۹٫۲	سنہ ۱۹۲۴ء	۲۵٫۹

یہ شرح بعض ایسے مقامات پر جہان ریڈ انڈینون کی تعداد زیادہ ہے، اور بھی زیادہ حیرت انگیز ہے،

نام مقام	فی ہزار	نام مقام	فی ہزار
مونٹانا	۳۴٫۵	واشنگٹن	۳۴٫۵
شمالی ڈکوٹا	۳۲	ویومنگ	۸۶٫۱

اس کثرتِ اموات کی بڑی وجہ ایک یہ ہے کہ اکثر بچے شیرخواری و صغر سنی ہی کے زمانہ مین انتقال کرجاتے ہین، عام آبادی مین یہ شرح سنہ ۲۴ء مین فی ہزار ۷،۷ رہی ہے، لیکن ریڈ انڈینون مین یہی شرح بڑھکر ۱۹۰،۷ ہوگئی ہے،

جانورون کی عمر، انگلستان مین ایک بلی تھی جسکی عمر ۲۴ سال کی تھی اور جب یہ ۱۷ برس کی ہوئی تو اس کے ایک بچہ ہوا جو اپنی مان کا اکیلا بچہ تھا، بعض بلیان ایسی بھی ہین جنکی عمر ۲۵، ۲۴ سال کی ہے، اسکرینگہم (SCRINGHAM) مین ایک بلی ہے جسکے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ۳۰ سال کی ہوکر مری،

کتون کی عمر بھی تقریباً بلیون ہی کے برابر ہوتی ہے اور یہی حال بھیڑون کا بھی ہے، گھوڑے اور خچر کی عمر البتہ ۴۰، ۵۰ سال کے درمیان ہوتی ہے، بعض مضبوط قسم کے ٹٹوون کی عمر ۵۰ اور ۶۰ کے درمیان ہوتی ہے، جن گھوڑون سے زیادہ محنت مشقت کا کام لیا جاتا ہے وہ ۲۰ تک پہنچتے پہنچتے یا دو تین سال بعد مرجاتے ہین، گائین اور سور مشکل سے ۳۰ سال تک زندہ رہتی ہین،

شمالی امریکہ کے گھڑیالون کے متعلق خیال ہے کہ وہ ۱۰۰ سال سے اوپر تک زندہ رہتے ہین، اور بعض بڑے کچھوے ۳۰۰ سال تک رہتے ہین، لندن کے عجائب خانہ مین مارماڈیوک نامی ایک کچھوا ہے جسکے متعلق مشہور ہے کہ وہ چارلس دوم (CHARLES) کے زمانہ سے ہے، دہین چھپکلی کے قبیل کا ایک جانور ہے جسکی عمر ۷۵ سال کی ہے،

مرغیون کی عمر ۲۰ سال تک یا اس سے زیادہ بھی ہوتی ہے، بعض طوطے سو سال تک زندہ رہتے ہین، کنگسٹن (KINGSTON) مین ایک طوطا ہے جسکی عمر ۱۲۰ سال کی ہے،

اسی طرح بعض کیڑے، مکوڑون کی عمر کے متعلق بھی عجیب و غریب معلومات ہوئے ہین، مدعا مگر

مین علم الحیاتیات کا ایک ماہر ہے جس نے تجربہ کے بعد معلوم کیا ہے کہ ۴۸ ایسی سربریدہ تتلیون کی عمر ایک یا دو ہفتہ ان ۴۸ تتلیون سے زیادہ ہوئی ہے جنکے سر سلامت تھے، سر کے کٹ جانے سے غالبًا اس جسمانی قوت کا استعمال کم ہوگیا تھا جو زندگی کا باعث ہوتی ہے،
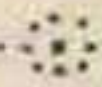
دنیا مین سب سے زیادہ بارش کہان ہوتی ہے؟ اس سوال کا جواب مختلف مقامات کے ان اعداد و شمار مین مل سکتا ہے جو سالانہ بارش کے موقع پر لکھ لیے جاتے ہین بعض ممالک مین یہ اعداد و شمار ۵۰ سال سے لیکر ۷۰ تک کے ملتے ہین، جن مقامات پر یہ اعداد و شمار لیے جاتے ہین، وہان ایک مشین ہوتی ہے جس سے ایک متعین وقت کے اندر پتہ چل جاتا ہے کہ کتنی بارش ہوئی، یہ اوقات کبھی ۲۴ گھنٹہ، کبھی ایک گھنٹہ اور کبھی ایک منٹ کے ہوتے ہین، ۲۴ گھنٹہ کے اندر دنیا مین سب سے زیادہ بارش جس مقام پر ہوئی، وہ باگویو (جزائر فلیپائنس) ہے یہان کی پیمائش بارش کی مشین سے معلوم ہوا ہے کہ ۱۴ جولائی ۱۹۱۱ء کی دوپہر سے لیکر ۱۵ جولائی ۱۹۱۱ء کی دوپہر تک کل ۴۶ انچ بارش ہوئی ہے، ریاستہائے متحدہ مین عام طور سے جتنی بارش ہوتی ہے، اس سے یہ مقدار کہین زیادہ ہے، چیراپونجی (آسام) جو کثرت باران کے لیے دنیا مین سب سے زیادہ مشہور تھا وہان ۱۴ جون ۱۸۷۶ء کو ۴۱ انچ بارش ہوئی، اسی مقام پر اگست ۱۸۴۱ء مین ۵ دن مسلسل ۳۰ انچ یا اس سے کچھ زیادہ بارش ہوئی ہے، ۲۴ گھنٹہ کے اندر ریاستہائے متحدہ مین بارش کا شمار ۲۲/۱۱ انچ جو ٹیلر (ٹیکساس) مقامات پر ۹-۱۰ ستمبر ۱۹۲۱ء کو ہوئی، ایک گھنٹہ کے اندر سب سے زیادہ بارش جنوبی کیلیفورنیا مین ہوئی ہے جہان کیمپو مقام پر اس قلیل عرصہ مین ۱۱½ انچ پانی برسا، پورٹو بیلو مین ۲۹ نومبر ۱۹۱۱ء کو ۲ بجے ۵ منٹ کے اندر ۲/۴ ۲ انچ پانی برسا، کثرت بارش کا جہان تک تعلق ہے، یہ مثال غالبًا آپ اپنی نظیر ہے، گو ابھی حال مین یہ پتہ چلا ہے کہ جنوبی کیلیفورنیا ہی مین ایک مقام اوپڈ کیمپ پر ۵ اپریل ۱۹۲۶ء کو ایک منٹ کے اندر ۱/۰۲ انچ پانی برسا ہے،

باب التقریظ والانتقاد

اردو کے نئے اخبارات اور رسالے

پچھلی ششماہی مین بھی اردو کے نئے اخبارات اور رسالون کی مزید ترقی ہوئی، اخبارات مین سب سے زیادہ انقلاب انگیز واقعہ لاہور سے روزنامۂ **انقلاب** کا ظہور ہے، زمیندار کے نظام شمسی سے دو ستارے ٹوٹ کر الگ ہوگئے، اور انھون نے اپنا ایک الگ نظام شمسی قائم کیا، یہ دو ستارے مہر اور سالک ہین، اور انکی گردش قلم سے جو نیا نظام شمسی قائم ہوا اسکا نام انقلاب ہے، یہ روزانہ اخبار چند ماہ سے نہایت خوبی، عمدگی اور کامیابی کے ساتھ لاہور سے نکل رہا ہے، اپنے مسلک اور سیاسیات کے اعتبار سے آزاد اور جنگجو، تاہم متین اور سنجیدہ ہے، اس نے تھوڑے ہی دنون مین اچھی مقبولیت حاصل کرلی ہے، زمیندار کے افکار و حوادث کا عنوان اب سالک کے ساتھ ساتھ زمیندار سے نکل کر انقلاب کے صفحات پر نمودار ہوا ہے، اسلامی مسائل پر خصوصیت سے بحث کرتا ہے، وقت پر شائع ہوتا ہے اور ایک اچھے روزانہ اخبار کے تمام اوصاف کا جامع ہے، لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ تقطیع بڑی، قیمت سالانہ ۱۵ روپے،

گذشتہ ششماہی مین اردو صحافت نے کچھ جغرافی وسعت بھی حاصل کی، یوپی کے ایک بعید مشرقی ضلع (بستی) سے **انیس** ہفتہ وار جاری ہوا، جو نہایت خوبی کے ساتھ اسلامی اور ملکی مسائل پر بحث کرتا ہے اور شاید پس پردہ کسی طرف سے اسکو اچھی خاصی قلمی اعانت حاصل ہوتی ہے، پورب کی ناموافق ہوا کو دیکھتے ہوئے اس کی زندگی کے لیے دعاگو ہین،

دوسری طرف "سرزمین بے آئین" صوبۂ سرحدی سے دو اخبار نکلے ہین جس کے اڈیٹر

ہمارے جامعہ ملیہ کے تعلیم یافتہ ہین، صوبۂ سرحد مین ایک دو اچھے اخبارون کی سخت ضرورت تھی جو لوگون کو صحیح تعلیم دے سکین اور صحیح خیالات کی ان مین اشاعت کر سکین، **ترجمانِ سرحد** کے نام سے ایک اخبار ایک سال سے نکل رہا ہے، جس کے اڈیٹر امیر عالم اعوان (جامعہ) ہین، قیمت سالانہ للعہ پتہ راولپنڈی، دوسرا اخبار **شہاب** ہے جسکے اڈیٹر مولوی غلام ربانی صاحب لودی (جامعہ) اور ملک محمد عالم صاحب بی اے (جامعہ) ہین، مولوی غلام ربانی صاحب انگریزی اور عربی دونون سے واقف، کامیاب مترجم اور زمیندار وغیرہ مین رہکر کام کا تجربہ حاصل کر چکے ہین، امید ہے کہ وہ اپنی اس نئی خدمت مین کامیاب ہون گے، قیمت [illegible] پتہ راولپنڈی،

لیکن اردو صحافت کا سب سے اہم واقعہ، مولانا ابو الکلام کے مشہور ہفتہ وار صحیفہ الہلال کی حیاتِ ثانیہ ہے، سالہا سال کے انتظار شدید کے بعد آخر کلکتہ کے افق سے یہ "ہلال" نمودار ہوا، اور مشتاق نگاہون کے لیے صبحِ عید کا پیام لایا، الہلال کا پہلا طلوع اس وقت ہوا تھا، جب مسلمانون مین جوش وخروش اور ولولۂ جنون تھا، اسکی روشنی نے بہتون کو ہدایت کا راستہ دکھایا، اور مایوسون کے دلون مین امید کا چراغ روشن کیا، اب اس کا دوبارہ اجرا ایسی حالت مین ہوا ہے، جب پہلا جوش، سکون سے بدل چکا ہے اور عزم وارادہ اور قویٰ مین گذشتہ جد وجہد تگ و پو اور سعی ومحنت سے تکان پیدا ہے، یہی وقت الہلال کی بروقت دعوت اور پکار کے لیے موزون ہے، دعا ہے کہ خدا اسکی آواز مین تاثیر اور اسکی دعوت مین برکت پیدا کرے، کہ مسلمان، ایک نئے سفر کے لیے اس صدائے رحیل اور بانگ درا کو سنکر آمادہ ہو سکین،

الہلال کے دو نمبر اب تک آئے ہین، مضامین کی بلند آہنگی اور زور وہی ہے جو پہلے تھا، تاہم زبان نسبۃً پہلے سے آسان اختیار کیگئی ہے، کہ فائدہ کی تعمیم ہو سکے،

ابھی آدھا پرچہ ٹائپ مین اور آدھا لیتھو مین چھپتا ہے، شذرات، مقالات، مطبوعات، عالم شرق واسلام، بصائر وحکم، تفریح وترویح وغیرہ عنوانات باب ہین، جو مذہبی سیاسی، ادبی، علمی ہر شعبۂ حیات کو محیط ہین، چندہ سالانہ عہ پتہ نمبر ۱ بالی گنج سرکلر روڈ کلکتہ،

اہل حدیث کی طرف سے گو اہل حدیث امرتسر اور محمدی وغیرہ اخبارات نکل رہے ہین، مگر ان مین زیادہ تر مناظرانہ شان ہے، ضرورت تھی کہ ایک ایسا اخبار بھی انکی طرف سے نکالا جائے جس مین سنجیدگی اور متانت کے ساتھ اصل دعوت کی تبلیغ کیجائے، حال مین امرتسر سے مولانا محمد داؤد غزنوی نے ہفتہ وار **توحید** نکالنا شروع کیا ہے، جو مناظرات سے پاک ہے اور اپنے عقائد ومسائل کی تبلیغ واشاعت کا سادہ فرض انجام دے رہا ہے، امید ہے کہ اس کے ذریعہ سے اہل حدیث اصحاب کی طرف سے بہت سے شکوک زائل ہون گے، لیکن ضرورت ہے کہ اظہارِ مدعا مین بیجا سختی اور درشتی نہ ہو، قیمت سالانہ صہ پتہ امرتسر کوچہ غزنویہ،

آج کل کے ہنگامۂ رستخیز مین سب سے بڑی نعمت غیر متعصبہ **اتحاد** لاہور ہے، یہ لاہور سے ہفتہ وار شائع ہوتا ہے، اسکی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے جمع وترتیب کے فرائض ہندو اور مسلمان دونون کے ہاتھ انجام دیتے ہین، اسی سے یہ اخبار ان فرقہ وار زہرون سے پاک ہے جس سے "ریاست" کے سوا شاید ہی کوئی اخبار محفوظ ہو، قیمت سالانہ؟ پتہ دفتر اتحاد، انارکلی لاہور، ہندوستان کو اس قسم کے اخبارون کی خاص قدر کرنی چاہیئے،

جمہور بمبئی کا ہفتہ وار باتصویر پرچہ ہے، جس مین علاوہ مضامین اور خبرون کے عکسی تصویرین بھی ہوتی ہین، مضامین زیادہ تر عام پسند اور دلچسپ ہوتے ہین قیمت سالانہ للعہ پتہ دفتر جمہور رجب جی ہاسٹل بمبئی نمبر ۹،

ماہوار رسائل مین بھی خاصی ترقی ہوئی ہے، **نیرنگ خیال**، جو شاید گذشتہ سال لاہور سے نکلا ہے، تیزی کے ساتھ ترقی کر رہا ہے، خصوصاً خاص خاص نمبرون کی اشاعت کی دوڑ مین وہ سب سے آگے ہے، اس کے خاص نمبرون مین بھی خصوصیت کے ساتھ اس کا عید نمبر ہر طرح لائق ستائش ہے، کئی سو صفحون کی ضخامت، مضامین کا تنوع، مناسب نظمون کی دلچسپی، ٹائٹل کی دلکشی، تصاویر کی نیرنگی، ہر چیز اس مین وصف کے قابل ہے، اس کے محنتی اور لطیف الذوق اڈیٹر حکیم یوسف حسن صاحب اس کے لیے ہر طرح مبارکباد کے مستحق

ہین، قیمت سالانہ ہے، پتہ بارود خانہ لاہور،

ماہوار تنظیم کا مقصد قوم کی اخلاقی، اقتصادی اور علمی اصلاح ہے حقیقت یہ ہے کہ یہی قومی ترقی کی اصلی راہ ہے، مگر افسوس ہے کہ ہماری قوم کا جوش طلب دماغ، ایسے بے مزہ نغمہ سے خوش نہین ہو سکتا، وہ روزانہ سے ہفتہ وار اور اب ہفتہ وار سے ماہانہ ہو گیا ہے، اور مسلمانون کا یہی جمود رہا تو شاید وہ ماہانہ سے سالانہ ہو کر ہمیشہ کے لیے غائب نہ ہو جائے، قیمت سالانہ ؟ پتہ دفتر تنظیم امرتسر،

مخزن لاہور کی یاد ہندوستان کے ادب دوست طبقہ کے دلون مین اب تک تازہ ہوگی، ہم ان کو بشارت دیتے ہین کہ جناب ابو الاثر حفیظ جالندھری کی ادارت مین وہ اب پھر شائع ہونے لگا ہے، پہلے سے اس دور جدید نے نمایان ترقی کی ہے، امید ہے کہ آئندہ اس کا معیار اور بلند ہوگا، قیمت سالانہ للعہ، پتہ دفتر مخزن لاہور،

دلکش صرف ادبی پھولون کا گلدستہ ہے، سید عابد علی صاحب عابد بی اے ال ال بی کی ادارت مین لاہور سے شائع ہوتا ہے، زیادہ تر شعر و شاعری اس کا موضوع ہے، اس کا حلقۂ ادارت بھی اسی نعمت غیر مترقبہ (ہندو مسلم یگانگت) کا مرقع ہے جسکی ملک کو سخت ضرورت ہے، قیمت سے، سالانہ پتہ منیجر دلکش لاہور

پنجاب کی جدید علمی پیداوار مین ایک **جہان نما** بھی ہے اس کا موضوع صنعت و دستکاری اور محنت و مزدوری کی حمایت اور تشویق ہے، مضامین آسان اور مفید ہوتے ہین، کاش طباعت بھی قابلِ تعریف ہو، ہم امید کرتے ہین کہ ملک نے قدر کی تو یہ پرچہ آئندہ کچھ اور مفید اور بلند ہو جائے گا قیمت ؟ پتہ جہان نما امرتسر

جہان نما کے ساتھ ساتھ **جام جہان نما** پر بھی نظر پڑتی ہے، بظاہر دونون کو ایک ہونا چاہیے، لیکن اختلافِ موضوع نے دونون کو باہم بیگانہ رکھا ہے، یہ جناب افقر موہانی کی ادارت مین لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے، موضوع اس کا محض ادبیات ہے لیکن اس محدود حلقہ سے باہر کی باتین بھی اس مین ملتی ہین، قیمت ہے سالانہ پتہ لکھنؤ پرنٹنگ پریس، حسین گنج لکھنؤ،

حیدر آباد دکن کی اردو صحافت مین ایک نیا اضافہ نظام کالج اردو میگزین ہے، یہ جناب مولوی غلام حیدر صاحب کی ادارت مین حیدر آباد سے شائع ہوا ہے، حیدر آباد کے انگریزی کالج نظام کالج کے طلبہ کا آئینۂ خیال ہے، امید ہے کہ نوجوان اہل قلم اپنی نوجوان ہمتون کا ثبوت بہم پہنچائین گے، قیمت سالانہ للعہ، پتہ نظام کالج اسد باغ حیدر آباد دکن،

ریاست رام پور سے بھی جناب بیخود موہانی نے دنیائے ادب کے سامنے ایک **نیرنگ** پیش کیا ہے، جس مین زیادہ تر شعر و سخن کے مباحث پر تنقید و تبصرہ ہوتا ہے، عروض و قوافی، اور دیگر انواعِ ادب پر بھی اس مین مضامین ہوتے ہین، غزلین بھی شائع ہوتی ہین، سالانہ سے، پتہ دار الاشاعت ریاست رامپور،

بہار باوجودیکہ اردو کے قدیم گہوارون مین ہے لیکن اردو کی خدمت مین سب سے پیچھے ہے، خوشی کی بات ہے کہ وہان سے **الامین** نام کا ایک پرچہ جاری ہوا ہے، جو علمی، ادبی، اخلاقی، اور صوفیانہ مضامین کا مجموعہ ہے، قیمت سالانہ ہے، منیجر الامین رفاہ المسلمین بہار شریف، پٹنہ،

الکامل دہلی بقول اپنے یہ ہر قسم کے مفید مضامین کا مجموعہ ہے، اس کے نام کو ہمارے ضلع اعظم گڈہ سے خاص مناسبت ہے، ولید پور مین ایک بزرگ مولانا محمد کامل پورن گذرے ہین، بہار مین ان کے معتقدین کا حلقہ وسیع ہے، الکامل کے اڈیٹر ابو علی آزاد بہاری اور ان کے دست راست ابو العلاء بہاری اسی حلقہ کے آدمی ہین، یہ پرچہ اپنے طریقِ کار اور اندازِ عمل مین خواجہ حسن نظامی صاحب کے بہت سے پرچون کا متبع نظر آتا ہے، چندہ سالانہ عہ، پتہ دفتر چشمۂ کامل دہلی،

ستارۂ صبح، تھیوسوفیکل سوسائٹی کا ماہوار رسالہ ہے، اس کا موضوعِ سخن صرف تصوف ہے، مگر ہمارا قدیم تصوف یا یوگ نہین، بلکہ یہ تمام مذاہب کا معجون مرکب ہے، یہ مذہب کی جگہ اخلاق کو دینا چاہتا ہے، اس کا ایک مضمون (خدا کا دیدار) دنیا کو بشارت دیتا ہے کہ ڈاکٹر بیسنٹ کے تقدس مآب کرشنا مورتی مین، حلولِ مسیح کا عمل شروع ہو گیا، چندہ سالانہ عہ، پتہ :- منیجر ستارۂ صبح نواب گنج، کانپور، "ج"

مطبوعات جدیدہ

رسائل ابن تیمیہ، مولنا عبدالرزاق صاحب ندوی ملیح آبادی اڈیٹر روزنامہ پیغام کلکتہ نے شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ کے قلم سے نکلے ہوئے ایک ایک حرف کو اردو مین منتقل کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے چنانچہ اسی سلسلہ مین ہمین تین نئے رسالے موصول ہوئے ہین، جو "حسینؓ و یزید"، "مناظرۂ ابن تیمیہ" اور "صداقتِ رسولؐ" کے نام سے موسوم ہین، رسالہ "حسینؓ و یزید" کا موضوع ان دونون کے حق مین اہل سنت و جماعت کا صحیح نقطۂ نظر پیش کرنا ہے، جس مین سب سے پہلے بتایا گیا ہے کہ خلفائے راشدین کے بعد جن فرمان روایانِ اسلام کو "خلیفہ" کا لقب دیا گیا، ان کے لیے ضروری نہین کہ وہ عدل و انصاف تقویٰ اور خشیت الٰہی سے بھی سرفراز ہون، بلکہ مقصود صرف یہی تھا کہ وہ اپنے عہدِ حکومت مین خود مختار تھے، صاحبِ سیف تھے، حدود شرعی قائم کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے اور کفار سے جہاد کرتے تھے، اور اسی لحاظ سے یزید بھی خلفاء کی جماعت مین داخل ہے، پھر واقعۂ کربلا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے "صحابہؓ اور ائمۂ صالحینؒ نے بعض خلفاء کی بداعمالیون کے باوجود محض مصالح امت کے لیے ان کی اطاعت کی...... اور جن لوگون نے خروج کیا اس سے امت کو سراسر نقصان پہنچا،...... اگرچہ ان مین بڑے بڑے اخیار و فضلا بھی شامل تھے، مگر ان کی نیکی و خوبی سے ان کا فعل مفید نہین ہو سکتا...... اس لیے آپ (حضرت امام حسینؓ) کے خروج اور پھر "قتل" سے جتنے مفاسد پیدا ہوئے وہ ہرگز واقع نہ ہوتے اگر آپ اپنی جگہ بیٹھے رہتے، کیونکہ وہ جس خیر و صلاح کے قیام اور شر و فساد کے دفعیہ کے لیے اٹھے، ان سب سے کچھ حاصل نہ ہوا،...... اور اللہ کسی ایسے فعل کا حکم نہین دیتا جس سے نہ دنیا کا بھلا ہو نہ دین کا،" اصل یہ ہے کہ علامہ موصوف نے یہ سب کچھ شیعون کے غالی فرقہ کے رد مین لکھا ہے اس لیے ردِ عمل کے موجب

خود بھی کہین کہین جادۂ اعتدال سے ہٹ گئے ہین، یہ صحیح ہے کہ حضرت امام حسینؓ کی پیش قدمی کامیاب نہین ہوئی، اسلیے نہ دین کا بھلا ہوا نہ دنیا کا، لیکن واقعات کے نتائج و عواقب سے ان کے حسن و قبح پر بحث نہین کیجا سکتی، کیونکہ کسی جابر، ظالم، اور غیر مستحق فرمانروا کے خلاف پیش قدمی فی نفسہ مذموم نہین قرار پا سکتی، کہ پیش قدمی کرنے والے کے پیش نظر اس وقت "دنیا کا بھلا بھی ہوتا ہے اور دین کا بھی"، اس کے بعد رسالہ کی مختلف فصلون مین ان دونون کے متعلق مختلف موضوع رِوایتون اور ان کے متعلق مختلف فرقون کے اقوال اور طرزِ عمل کی تردید کیگئی ہے، اسی رسالہ کے آخر مین ایک دوسرا مفید رسالہ بے محل طور پر منسلک ہے جسمین مسلمانون کے تمام دینی و دنیاوی امور کے انصرام کو مسجد ہی مین انجام دینے کی تلقین کیگئی ہے، رسالہ کا حجم چھوٹی تقطیع پر ۴۰ صفحے، اور قیمت ۵ ر ہے، دوسرا رسالہ "مناظرۂ ابن تیمیہ" ہے، جسمین متصوفین مین سے فرقہ رفاعیہ کی قلعی کھولی گئی ہے، کیونکہ اس فرقہ کا علامہ موصوف کے عہد مین بڑا زور تھا، یہ اکثر و بیشتر اپنے شعبدون کو کرامات کے نام سے پیش کر کے نہ صرف عام مسلمانون کو بلکہ امراء، رؤساء، اور اربابِ حکومت کو دامِ تزویر مین پھنساتا تھا، اس لیے علامۂ موصوف نے اس فرقہ کے استیصال کا بیڑا اٹھایا، اربابِ حکومت اور مسلمانون کے عام مجمع مین اس سے مناظرہ اور مقابلہ کر کے ان کے تمام شعبدون کا پردہ چاک کیا، اور حکومت نے اس فرقہ کو اسکی شکست کے بعد اس کے وعدہ کے مطابق کتاب و سنت کی پیروی پر مجبور کیا، علامۂ موصوف نے اسی مناظرہ و مقابلہ کے تفصیلی حالات اس رسالہ مین قلمبند کئے ہین، دورِ حاضر مین بھی ایسے شعبدہ باز متصوفین کہین کہین موجود ہین، اس لیے یہ رسالہ اس وقت بھی اسی درجہ کار آمد ہے، حجم ۴۰ صفحے قیمت ۵ ر اسی سلسلہ کا تیسرا رسالہ "صداقتِ رسولؐ" ہے جو الجواب الصحیح کی ایک فصل کا خلاصہ ہے، جسمین آنحضرت صلعم کی سیرت ایسے اسلوب مین پیش کیگئی ہے جس سے آپ کی صداقت، دیانت، غلامون پر شفقت، مظلومون کی دادرسی، خلائق سے ہمدردی اور اسی طرح تمام اخلاق و شمائل کا گہرا اثر دل پر قائم ہوتا ہے، ضرورت ہے کہ اربابِ تبلیغ اس رسالہ کو "تبلیغی کتابون" مین داخل کر کے زیادہ سے زیادہ تعداد مین غیر مسلمون

کے درمیان تقسیم کرین، کہ "چتر جیون" اور "رنگیلا ...." جیسے زہر آلود رسالون کے لیے تریاق ثابت ہو، حجم ۳۲ صفحے تقطیع چھوٹی، قیمت ۴؍ لکھائی چھپائی اور کاغذ تمام رسالون کا عمدہ ہے، اور یہ سب رسالے ہند بک ایجنسی نمبر ۱۱ بالی گنج سرکلر روڈ کلکتہ سے ملین گے،

طبیبہ، جناب علی احمد صاحب زاہد جبل پوری کی کتاب "طبیبہ حصۂ اول" پر معارف ماہ اگست سنہ ۲۶ء مین ہم تفصیلی تبصرہ کر چکے ہین، اب اس کتاب کا دوسرا حصہ شائع ہوا ہے، جسکو جناب مؤلف نے موضوع کی مناسبت سے "ہمدرد اطفال" کے نام سے موسوم کیا ہے، اس حصہ مین بچون کی پیدائش، ان کے نہلانے اور دودھ پلانے کے طریقے بیان کر کے ان کی پرورش و پرداخت کے متعلق طبی نقطۂ نظر سے تفصیلی ہدایتین درج کیگئی ہین، پھر بچون کو کمسنی مین جو بیماریان بالعموم ہوتی رہتی ہین، انکی علامتین بتا کر کتاب کے حصۂ اول کے طرز پر نسخے اور طریقۂ علاج بتائے گئے ہین، ضخامت ۱۰۴ صفحے، لکھائی چھپائی اچھی اور سرورق خوشنما ہے، قیمت ۸؍ پتہ:- ایس اے احمد اینڈ کمپنی جامع مسجد جبلپور،

مرقع عبرت، یہ رسالہ بھی جناب زاہد جبل پوری کا مرتب کیا ہوا ہے، جس مین انھون نے اردو کے دور حاضر کے مختلف شعرا کی بعض ایسی نظمین یکجا کی ہین، جنمین دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ کھینچا گیا ہے، حجم ۴۰ صفحے قیمت ؟ یہ رسالہ بھی اسی پتہ پر دستیاب ہوگا،

رسائل جاوید، جناب جاوید نے بچون کے لیے چند تاریخی واقعات کا یہ سٹ شائع کیا ہے، جسمین سے ایک زنجیر عدل ہے جسمین جہانگیر کے عدل و انصاف کے چند واقعات، دوسرے رسالہ "ذہانت" مین جعفر برمکی اور ابو یعقوب نجومی کے بعض قصے، تیسرے رسالہ "پیام رسول" مین بارگاہ نبوت اور دربار ہرقل کی خط و کتابت اور چوتھے رسالہ "سخاوت" مین حاتم طائی کی داستان بیان کی ہے، بچون کی مناسبت سے سلاست، روانی، اور طرز ادا کی صفائی موجود ہے، اور امید ہے کہ بچے ان کو دلچسپی سے پڑھین گے، تمام رسائل ۲۲، ۲۴ صفحون پر ختم ہوتے ہین، کاغذ اور لکھائی چھپائی اچھی ہے، ان مین سے ہر ایک کی قیمت ۳؍ پتہ:- جہانگیر بک کلب چابک سواران، لاہور،

"ز"

مجلد بستم | ماہ صفر المظفر ۱۳۴۶ھ مطابق ماہ اگست سنہ ۱۹۲۷ء | عدد دوم

مضامین